

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
لَعَنَهُ اللَّهُ وَأَفْلَسَ عَلَى زَنَاقِهِ الْكَرِيمِ

معراجِ عبدیت

محمد و دورانِ نبوتِ زمانِ مفتی سوادِ اعظم رئیسِ المجتہدین امامِ المستکملین
تاجدارِ اہلسنت شیخ الاسلام سلطان المباحث علامہ سید محمد رفیع اشرفی جیلانی

تلخیص و تحشیہ
ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دہلی)
(مکتبہ انوار المعین 23-2-75/6 مغلیہ رو۔ حیدرآباد۔ اے پی)

﴿یہ ننگہ کرم مجدد دورانِ نبوتِ زمانِ مفتی سوادِ اعظم تاجدارِ اہلسنت امامِ اہل تکفین
مفسرِ اعظم حضورِ شیخ الاسلام سلطانِ الشان کا رکش اہل تکفین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی﴾

نام کتاب : معراجِ عہدیت

خطبہ : تاجدارِ اہلسنت حضورِ شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ اللہ

(مشہود ایمان عالی حیدر آباد ریسپ المریسپ ۱۳۹۵ ہجری)

تلفیض و تحشیہ : ملک التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی

تصحیح و نظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خولید معزالہ دین اشرفی

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدر آباد (دکن)

اشاعت اول : مارچ ۲۰۰۷ تعداد : ۵۰۰۰ (پانچ ہزار)

قیمت : 20 روپیے

ملک التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

﴿إِنَّ التَّائِبِينَ فِي الذَّلٰلَةِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ یہ ایک مبالغہ آمیز حدیث ہے جس میں جہنم کے

قَصَصُ الْمُنَافِقِينَ (من آیات القرآن)

کائنات کے تمام فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور تمام آفات میں سب سے بڑی و بُری آفت نفاق ہے
نفاق سب سے مہلک، خطرناک، موزی اور متعدی مرض ہے جو کسی بھی وقت لاحق ہو سکتا ہے۔ نفاق
انسان کے ذہن و فکر پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کی زندگی کا ذخار اسی بدل دیتا ہے۔ جو افراد اس
مرض کا شکار ہیں یا اسے خطرناک فتنہ، گمراہ کن فتنہ پرور اور فتنہ پرور ہوتے ہیں۔ ایسے افراد لوگوں
کی زندگی میں جھڑل اور غارت خانہ کی بنیادیں بنا کر رکھ دیتے ہیں، ہمارے ہاں میں گھس کر گروہ بندی یا یہ
کرتے ہیں، ملی اتحاد کے پتھرین دشمن ہوتے ہیں۔ نفاق کا حال ظالموں کا سا ہے اور منافق دو چہرہ ہے
جو اس دہاء کے جراثیم لئے پھرتا ہے۔ اس کتاب میں آیات قرآنی کی روشنی میں منافقین کے قصص
علامات نفاق، منافقانہ اعمال و افعال، منافقت اور تہذیبِ مصالحت اور صلح کبیت کی پائسی غار جیت اور
منافقت، فتنہ نفاق کا تاریخی جائزہ۔۔۔ دورِ حاضر کے منافقین کا حقیقی چہرہ سب سے ظاہر کر دیا گیا ہے۔

مکتبہ انوارِ المعصنہ 23-2-75/6 مقبلہ پورہ۔ حیدر آباد

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۹	رات میں سیر کروانے کی حکمت	۵	معراج النبی ﷺ
۲۰	عہد کے معنی - عہد کی اقسام	۶	واقعہ معراج کا پس منظر
۲۳	ہر کام باذن اللہ ممکن تو حید ہے	۷	توحید پر ہم جس کی تیاری
۲۳	سفر معراج اور رب تعالیٰ کا عرفان	۸	پیشگی براق
۲۶	ایمان کیا ہے	۸	امت کی یاد
۲۸	معراج عیدیت	۹	مسجد حرام (کعبۃ اللہ) سے جلوس کی روانگی
۳۰	عید اور عہدہ	۹	کائنات ارضی کے مشاہدات
۳۲	رحمت عالم ﷺ کی شان عیدیت	۱۰	دین القدس میں انبیاء کی امامت
۳۲	نزول قرآن اور شان عیدیت	۱۱	مسجد اقصیٰ سے آسمان کی طرف پرواز
۳۵	مقام عیدیت و رسالت	۱۲	سدرۃ المنتہی
۳۶	عقیدہ توحید اور جشن میلاد النبی	۱۲	جبریل علیہ السلام کیل صراط پر امت کے
	کا پابھی تعلق		لئے اپنے پڑ بچھائیں گے
۳۸	عیدیت رسالت سے افضل ہے	۱۳	مقام تقاب قوسین
۳۹	مقام محبوبیت	۱۳	رب تعالیٰ سے ہرکلامی
۴۰	قدرت الہی اور حق تعالیٰ کی قدرت	۱۴	امت کی معراج - مومن علیہ السلام کی حد
۴۱	زمین سے آسمان تک کا قافلہ	۱۵	جسمانی معراج
۴۳	حضور ﷺ کی امتیازی شان	۱۵	سفر معراج سے واپسی کے بعد کے حالات
۴۵	عشق اور عشق کا احسان	۱۷	معیار تصدیق
۴۵	حقیقت نور محمدی ﷺ	۱۸	سمان کے معنی
۴۷	معرفت منورہ کا احسان عشق	۱۹	اسرائیلی کے معنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی شَیْخِیْمَتَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
مَنْ عَلَّیْنَا زَیِّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا اَبْنَهُ بِقَبْلِیْهِ اَبَدْنَا بِاَحْسَنَا
اللہ نے ہم پر ایمان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا
اَبْنَهُ تالیف سے آپ کی مدد فرمائی حضور جو کچھ سے انہوں نے مدد فرمائی
اَزْوَاجُہُ مِنْہُمْ اَزْوَاجُہُ مَعْرُودَا صَلُّوْا عَلَیْہِ دَاوُودَا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَمُوْدَا
اللہ نے آپ کو جو خیر فرمائی دینے والا اور پاک راستہ بنا کر بھیجا اسے مسلمانوں تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آئیے کام کچھ کریں آن ملائکہ کے ساتھ نام ہوا دلایا کے ساتھ شتر ہوا نبیاء کے ساتھ
شغل وہ ہو کہ شغل میں کروے ہمیں خدا کے ساتھ پڑھنے درود ہجوم کر سید خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سید پکارے تم ہمارے ہم جہاں ہمارے
پاک سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علامہ سید محمد اشرفی دیلائی قدس سرہ)

ملک اختر محمد علی محمد بنجی انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا معنی
ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع ذاتی اور عطائی مقامات اور مسئلہ علم
فیہ عبادت واستعانت اور شرک کی جاہلانہ تفریح ۔۔ دو تمام آیات قرآنی جو شرکین تک اور کفار
عرب کے حق میں نازل ہوئیں گے یہ کہے مسلمانوں پر چہاں کرنے والے بد مذہبوں کا مدلل و حقیقی
جواب ۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں
کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلیہ پورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

معراج النبی ﷺ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على من كان نبياً وأدم بين الماء والطين وعلى آله واصحابه اجمعين . أما بعد فقد قال الله تعالى «سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَرْنَاهُ لِنِيعَةِ الْمُحْسِنِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْإِيْمَانِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ» (الاسراء-1) (نیل اسرار/1)

(ہر عجز و ناتوانی اور حجب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے محبوب بندے کو سیر کرائی رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام (کعبہ اللہ شریف) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک۔ بابرکت بنا دیا ہم نے جس کے گرد و نواح (اطراف) کو تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں۔ چٹک دی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

بارگاہ رسالت میں زور و شریف پیش فرمائیں اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلى علیہ

وہ میری جان بھی جان کی جان بھی میرا ایمان بھی روح ایمان بھی

مہذبہ وحی آیات بھی اور قرآن بھی روح قرآن بھی نور و بحر فی کا یہ معراج حسین جیسے انگشتری میں چمکتا نگین

عالم نور میں نور درخشن بھی عالم انس میں بیکر انسان بھی مجھ سے مت پوچھ معراج کا واقعہ ہے مشیت کے رازوں کا اک سلسلہ

دل کو ان کی رسائی پہ ایمان بھی عقل ایسی رسائی پہ حیران بھی کیا تباہ قیامت کا میں ماہر ارماتوں فطرتوں کا ہے اک معرکہ

دل کو انکی شفاعت پہ ایمان بھی عقل اپنے کئے پر چہ بیان بھی ناز سے ایک دن آپ نے یہ کہا یہ بتا طائر ہمدرد اللہ تعالیٰ

ہے حیر سے سامنے عالم گن گناہ تو نے پائی کسی میں مری شان بھی بولے یہ حضرت جبریل امیں اے لگاؤ مشیت کے زبر و جہیں

ہوڑا عقل کوئی بھی اور کہیں زب نے رکھا نہیں اسکا امکان بھی

﴿ واقعه معراج کا پس منظر ﴾ : آیت کریمہ کی تشریح سے قبل انتہائی اختصار

کے ساتھ آپ کے سامنے واقعہ معراج اور پس منظر کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ تفصیل کے سمجھنے میں سہولت و آسانی ہو سکے۔ اس آیت کریمہ میں حضور مقرر موجودات سید کائنات ﷺ کے ایک عظیم الشان مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔ جس روز صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول نے قریش مکہ کو دعوت تو حید و فی تھی اسی روز سے عداوت و عناد کے شعلے بھڑکنے لگے تھے۔ ہر طرف سے مصائب و آلام کا سیلاب اُٹھ کر آ گیا تھا۔ رنج و غم کا اندھیرا دن بدن گہرا ہوتا چلا جاتا تھا لیکن اس تاریکی میں حضور نبی کریم ﷺ کے شفیق چچا ابوطالب اور ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وجود مسعود ہر نازک مرحلہ پر تسکین وطمینانیت کا سبب بنا کرتا تھا۔ ہشت نبوی کے دسویں سال مہربان و شفیق چچا نے وفات پائی۔ اس جانکاہ صدمہ کا زخم ابھی مندمل نہ ہونے پایا تھا کہ موٹس و ہدم دانشور عائی حوصلہ رفقہ حیات سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ کفار مکہ کو اب اُن کی انسانیت ساز کارستانیوں سے روکنے والا اور اُن کی سفاکانہ روش پر ملامت کرنے والا بھی کوئی نہ رہا جس کے باعث اُن کی ایذا رسانیاں ناقابل حد تک بڑھ گئیں۔

حضور نبی کریم ﷺ اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف شہر ریف لے گئے۔ شاید وہاں کے لوگ اس دعوت تو حید کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں لیکن وہاں جو ظالمانہ اور سہیانہ برتاؤ کیا گیا اس نے ساجد زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔ ان حالات میں جب بظاہر ہر طرف مایوسی کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور ظاہری سہارے ٹوٹ چکے تھے رحمت الہی نے اپنی محفّت و کبریائی کی آیات و معجزات (قدرت الہی کی نشانیوں) انسانیوں کی کمبالات میں انبیا، ساجدین سے ملاقات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیا، و ساجدین کی امامت دار اعلیٰ کے فرشتوں سے ہنگامی آمانوں کے کباب و غرائب کا معائنہ جنت و دوزخ کی سیر و مدارقہ اعلیٰ اور عرش اعظم کا مشاہدہ اور سب سے بڑھ کر لامکان تک عروج اور ذات کبریا کا دیدار یہ ساری چیزیں شامل ہیں! کا مشاہدہ کرنے کے لئے اپنے محبوب کو عالم بالا کی سیاست کے لئے بکھڑا دیا تاکہ حضور ﷺ کو اپنے رب کریم کی تائید و نصرت پر حق الیقین ہو جائے اور حالات کی ظاہری ناسازگاری خاطر خاطر کو کسی طرح پریشان نہ کر سکے۔

غور کیا جائے تو سفر اسری کے لئے اس سے موزوں ترین اور کوئی وقت نہیں ہو سکتا تھا۔

نبوت کے بارہویں سال ۶۲ رجب دوشنبہ کی رات حضور نبی کریم ﷺ اپنی چچا زاد ہمشیرہ ام بانی رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرما تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام پچاس ہزار فرشتوں کی جماعت اور بھتی براق لئے حاضر ہوتے ہیں حضور سید المرسلین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ﷺ عجز استراحت میں جبریل علیہ السلام ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ اگر آواز دے کر چکا یا تو یہ بے ادبی ہے اور یہ:

ادب کا ہیئت زیر آسمان از عرش نازک تر گیس گم کردی آید جمید و یاز عیادیں جا

پروردگار عالم نے فرمایا: **یا جبریل قبل قدمیہ** اے جبریل! میرے محبوب کے دونوں پاؤں پھوم لے۔

خدا کے برتر والا ہمیں چھ کیا ہے ترے محبوب کرم کا مرجہ کیا ہے جہنم حضرت جبریل پر کف پا ہے ہے ابتداء کا یہ عالم تو اجنا کیا ہے جبریل علیہ السلام نے اپنی کافوری آنکھیں اور ہونٹ حضور ﷺ کے مبارک قدموں پر رکھ دیئے۔ سید عالم ﷺ بیدار ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے ارادۂ خداوندی سے آگاہی بخشی **ان الله اشتاق الى لقاءك يا رسول الله** اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ جن کے پاؤں کو یوں سے دینے والا جبریل امین ہو جو تمام فرشتوں کا سردار ہے اور مشتاق ملاقات تمام کائنات کا خالق و مالک ہو اس کی شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

نوشہ بزم جنت کی تیاری: حضور نبی کریم ﷺ نے ارادۂ طہارت فرمایا تو دار وند جنت آپ کوثر کی دھواں حیاں لے کر حاضر ہو گیا۔ آپ کوثر سے غسل دیا گیا۔ غسل کے بعد آپ نے نورانی جوڑا زیب تن فرمایا تو پھر شب اسری کی جلوہ بازیوں کا عالم کچھ اور ہی ہو گیا:

شب اسری کے دولہا پہ دائم زرد نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

حضور نبی کریم ﷺ: حضرت ام بانی رضی اللہ عنہا بنت ابوطالب کے گھر سے اٹھے اور حطیم مسجد الحرام (کعبۃ اللہ شریف) تشریف لائے۔ چاند مزم کے قریب آپ کا شفق صدر ہوا (سیدہ مبارک کو چاک کیا گیا) یہ منظر اور رسول کا مجرہ دیکھو کہ سید شفق ہو گیا ہے ایک قطرہ

خون نہیں لگا۔ قلبِ اطہر میں ایمان و حکمت سے بھرا ہوا طشتِ اندیل دیا گیا اور پھر سید مہارک درست کر دیا گیا..... ہاتھ دھو معراج کی ابتداء مسجد حرام سے ہوئی ہے۔

براق : خرم سے باہر تشریف لائے تو سواری کے لئے ایک جانور پیش کیا گیا جو براق کے نام سے موسوم ہے۔ یہ براق جنت میں حضور ﷺ کے عشق میں رو رہا تھا جبریل امین نے ستر ہزار براق دیکھے۔ ہر براق آرزو رکھتا تھا کہ حضور ﷺ کی سواری کے لئے مجھے منتخب کیا جائے۔ جبریل امین سوچ رہے تھے کہ کون سا براق لے جاؤں ہر براق ایک دوسرے سے حسین ہے۔ اسی اثناء میں جبریل امین کی نظر ایک براق پر پڑی جو سر جھکائے زار و قطار رو رہا ہے۔ جبریل امین نے کہا کیوں رو رہا ہے؟ آج تو اللہ کے محبوب کی آمد ہے۔ کائنات ارضی و سماوی کا ذرہ ذرہ جمجمہ رہا ہے۔ براق نے کہا: میری منزل بھی وہی ہے جس کے باقی براق طالب ہیں۔ منزل ایک ہے اور راستے دو۔ کوئی مہم جو محبوب کو ملتا لیتا ہے اور کوئی روکر۔ میں اپنی منزل کو پانے کے لئے رو رہا ہوں شاید میرا رونا ہی قبول ہو جائے۔ براق کا رونا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسند آ گیا۔ جس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے اس براق کو خوشخبری سنائی کہ تمہیں حضور ﷺ کی سواری کے لئے منتخب کر لیا گیا، محمد رسول میں تمہارا رونا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسند آ گیا ہے تو براق کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس میں حسن آ گیا جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ اس براق پر جب حضور ﷺ سوار ہوئے تو اسے اپنی قسمت پر وجد آ گیا اور اپنے مقدر پر ناز کرنے لگا۔

امت کی یاد : حضور ﷺ نے براق پر سوار ہونے سے پہلے ذرا توقف فرمایا تو جبریل نے عرض کی: یا حبیب اللہ ﷺ اس توقف کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: میں سوچ رہا ہوں کہ آج میرے اوپر نوازشات کا خصوصی وقت ہے ملائکہ میری خدمت کے لئے حاضر ہیں جنتی براق میری سواری کے لئے موجود ہے، مگر کے دن میری امت کا کیا حال ہوگا، مللِ صراط جو پچاس ہزار سال کی راہ ہے، بال سے باریک اور نگوار سے حیز ہے اور ہر ایک کو اس سے گزے کرنا ہے، وان منکم الا وادعھا وکلان علی ذلک حتما مقضیاً میری امت اس سفر کو کیسے طے

کرے گی؟ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی اے محبوب ! آپ اُمت کا ہرگز فکر نہ کیجئے ہم آپ کی اُمت کو پہلی صراط سے یوں گزاردیں گے کہ انھیں معلوم نہ ہوگا۔ اس واضح بشارت کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر سوار ہوئے۔ جبریل امین نے رکاب تھامی، میکائیل نے لگام پکڑی، اسرافیل نے زمین کو سنہالا۔ پچاس ہزار فرشتوں کی صلوٰۃ و سلام کی صداؤں سے فضا گونج اُٹھی۔ وہ بھی کیا سماں ہوگا، بلانے والا بھی نور ہے، سواری بھی نور ہے، سوار ہونے والا بھی نور ہے، دولہا بھی نور اور پاراتی بھی نور۔

براق کی رفتار: اُس براق کی چیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ ہماری نگاہ کا یہ عالم ہے کہ جو جی اوپر اُٹھائی آن کی آن میں سورج، چاند اور ستاروں تک جا پہنچی۔ یہ کرۂ ارض سے کروڑوں میل دور ہیں۔ ہم غامی ہیں اور ہماری آنکھوں میں تھوڑا سا نور ہے اور جو مجسم نور ہے اس کی نگاہ کا کیا عالم ہوگا !

روانگی جلوس: سید عالم ﷺ کی سواری نہایت شان و شوکت سے ملائکہ کے جلوس میں مسجد حرام سے نکلی۔ آسمانوں کے در پہلے کھول دیئے گئے تاکہ ملاو اعلیٰ کی دنیا بھی حضور ﷺ کے جلوس کے دیدار سے مشرف ہو سکے۔

مدینہ منورہ: ابتدائے سفر میں چند لمحوں بعد ایک وادی آئی جس میں سمجھور کے بے شمار درخت تھے۔ جبریل امین نے عرض کیا، حضور ! یہاں اُتر کر دو رکعت نفل ادا کریں۔ آپ کی ہجرت گاہ مدینہ طیبہ ہے۔

وادی یمن: پھر ایک وادی سے گزر ہوا۔ جبریل امین نے عرض کیا یہ وادی یمن ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام بخشا۔

سرخ ٹیلے: حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے میں معراج کی رات ایک سرخ ٹیلے سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ روایت موسیٰ یصلی فی قبرہ۔

(یہاں اعتراض کیا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے تو مسجد اقصیٰ میں

انبیاء کرام میں کیسے شامل ہوئے اور اسی جلدی مجھے آسمان پر کیسے پہنچ گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بیک وقت اپنی قبر میں بھی تھے اور مسجد اقصیٰ میں بھی اور مجھے آسمان پر بھی۔ اور یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ انبیاء بیک وقت کئی مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں اس کے لئے سبب شاردلائل موجود ہیں۔

انبیاء کی امامت : حضور ﷺ براق پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور جس علاقہ سے انبیاء کی سواریاں باندھی جاتی تھیں براق کو بھی باندھ دیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے جہاں جملہ انبیاء سابقین حضور ﷺ کے لئے چشمہ براہ تھے۔ مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں تمام انبیاء علیہم السلام نے حضور اکرم ﷺ کی اقتدار کی حضور ﷺ سب کے امام بنے اور تمام انبیاء مقتدی بن کر پیچھے نماز ادا کئے اس طرح لتو منن بہ کا جو عہد روز اول ارواح انبیاء سے لیا گیا تھا (کہ تم میرے محبوب پر ضرور ایمان لانا) کی تکمیل ہوئی۔ یہاں یہ امر پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ مسجد اقصیٰ میں جو نماز حضور ﷺ نے پڑھائی اور انبیاء کرام مقتدی تھے یہ روضاتی نہیں جسائی نماز تھی یعنی تمام انبیاء اپنے جسموں کے ساتھ موجود تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معراج جسمانی تھا۔ خاصاً انکبریٰ میں ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ کو کچھ احباب ملے۔ انھوں نے ان الفاظ میں آپ پر سلام پڑھا: السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یا حاضر۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا حضور یہ سلام کرنے والے حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ علیہم السلام تھے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء سابقہ بھی آپ کو اول اور آخر کہہ کر پکارتے تھے۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

نماز اقصیٰ میں تمام نبی مرسلین ہوں یعنی اول آخر کہتے ہیں پیچھے حاضر جو طلعت آگے کر گئے تھے مسجد حرام (کنعہ اللہ شریف) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کے اس سفر کو اسری کہا جاتا ہے۔ مسجد حرام سے بیت المقدس تک تشریف لے جانا تو قطعی ہے قرآن سے ثابت ہے لہذا مطلقاً معراج کا انکار کفر ہے اور زمین سے آسمان تک اور اُس کے آگے احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس کا انکار بدعت و گمراہی ہے۔

مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) سے آسمان کی طرف پرواز (عروج) :
 مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نماز پڑھانے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ براق پر سوار ہوئے
 اور آن واحد میں آسمان پر پہنچے۔ دربان آسمان نے دروازہ کھولا اور رحمة للعالمین ﷺ
 نے پہلے آسمان کو قدم صحت ثروم سے مشرف فرمایا تو ہر طرف سے مسرت و شادمانی کی لہر
 دوڑ گئی۔ مختلف طبقات آسمانی پر مختلف انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ پہلے آسمان پر آپ
 نے ابوالبحر سیدنا آدم علیہ السلام کو شرف زیارت بخشا۔ آپ کو دیکھتے ہی انہوں نے
 فرمایا: مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح اے نبی صالح خوش آمدید اور اے فرزند
 ولید مرحبا کے محبت بھرے کلمات سے استقبال کیا۔ حضور ﷺ وہاں سے دوسرے آسمان پر
 تشریف لے گئے جہاں آپ کی ملاقات حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 سے ہوئی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یونس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ چوتھے آسمان
 پر حضرت ادریس علیہ السلام سے پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے چھٹے
 آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر اپنے جدِ کریم
 ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے
 مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح یعنی اے نبی صالح خوش آمدید اور اے فرزند
 ولید مرحبا کے محبت بھرے کلمات سے استقبال کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور
 سے پشت لگائے بیٹھے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات مسجد اقصیٰ میں ہوئی وہ
 اپنے اپنے مزارات مقدسہ میں بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی اقتداء
 میں نماز ادا کی اس کے بعد آسمانوں پر بھی اُن میں سے اولوالعزم انبیاء کرام علیہم السلام نے
 آپ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ ان شواہد سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی
 کو خداوند قدوس نے یہ طاقت عطا فرما رکھی ہے کہ وہ ایک وقت متعدد مقامات پر جلوہ افروز
 ہو سکتے ہیں اور یہی عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔

سدرۃ المنتہی : امام الانبیاء ﷺ ساتوں آسمانوں کے طرح طرح کے عجایب و غرائب مشاہد و ملاحظہ فرمانے کے بعد آگے بڑھے اور سدرۃ المنتہی تک پہنچے جو انوار ربانی کی جلی گاہ تھی جس کی کیفیت الفاظ کے پیمانوں میں مانگیں سکتی۔ اس منزل پر پہنچ کر جبریل علیہ السلام نے ایک معروضہ پیش کیا جس کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان میں یوں فرمایا ہے:

اگر یک سرموئے برتر پریم فروغ تجلی ہوزد پریم
یا رسول اللہ ﷺ ! اگر ایک ہال کے برابر بھی آگے بڑھ جاؤں گا تو تجلی کے فروغ سے میرے پردہ جل جائیں گے۔

جبریل رہتے دیکھتے اب شوق رہمانی سدرۃ کے آگے کیا ہے سرکار جانتے ہیں

ایک یاد : معارج النہوۃ میں مؤمنین کا شفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جا رہا تھا تو جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا ہل لك حاجة يا ابراهيم میں غلام کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں کوئی حکم ہو تو فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: اما اليك فلا تیرے ساتھ کوئی حاجت نہیں۔

جاتا ہے وہ مرا بہ خلیل آگ میں پڑتا ہے اب اس کا خلیل

آج جب جبریل علیہ السلام نے عرض کیا میں اس (سدرۃ المنتہی) سے آگے نہیں جاسکتا تو حضور ﷺ نے چاہا کہ اس موقع پر اس بات کا زبانی احسان اتار دیا جائے جو جبریل امین نے ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا۔ آپ نے جبریل امین سے فرمایا: يا جبريل هل لك حاجة الى ذلك اے جبریل کوئی حاجت ہو تو عرض کریں جو چاہے مانگ لو۔ سئل ما شئت يا جبريل جبریل جو چاہے مانگ لو۔ جبریل امین نے عرض کیا حضور ! مجھے اس کی منظوری دلا دیجئے کہ جب آپ کی امت میں صراط سے گزرنے والی ہو تو میں اپنے پیروں کو بچھا دوں اور آپ کی امت ان کے اوپر سے گزر جائے۔ حضور ﷺ نے منظوری دے دی۔ جبریل علیہ السلام کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ حضور ﷺ کو خوش کرنے کا طریقہ آپ کی امت کو خوش کرنے کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس سے اس بات کا علم بھی ہوتا ہے

کہ آجائے وہ جہاں ﷺ کی رضا اپنی امت کی فلاح، بہتری اور خوشی میں مضمر ہے۔ یوں صراط سے امت کیسے گزرے گی اس کا منظر بھی عجیب ہوگا۔ امام ابلسط فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

یوں سے گزارداد گزرد کو خیر نہ ہو جبریلؑ نہ بچائیں تو نہ کو خیر نہ ہو سید عالم ﷺ و عا فرما رہے ہوں گے:

رَبِّ سَلِّمْ اَمَّتِي رَبِّ سَلِّمْ اَمَّتِي يَا اللّٰهُ ! میری امت کو سلامتی سے گزار دے
رضائیں سے اب اچھڑ کرے گزریں گے کہ ہے رَبِّ سَلِّمْ عِدائے محمد

سلسلہ حجابات (مقام قلاب قوسین) : سورة النتنی سے آگے بڑھے۔ کہاں تک گئے اسے ماوشا کیا سمجھیں۔ زبان قدرت نے مقام قرب کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ ﴿ثُمَّ نَمَى فَنَفَذَ قَاتَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَذْنَى﴾ (النجم/۸) (پھر وہ جلوہ زدیک ہوا پھر ثوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں وہ ہاتھ کا قاصدہ بالکہ اس سے بھی کم) 'قالب قوسین' حاصل کی اس مقدار کو کہتے ہیں جو دو کمانوں کے درمیان ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے انتہائی قرب و وسال (قرب کی انتہائی صورت) کو اس عام فہم جشیل سے سمجھایا ہے۔ وہاں کیا ہوا؟ یہ بھی میری اور آپ کی عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ ﴿فَاَوْحَىٰ اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى﴾ (النجم/۱۰) پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی (جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وحی فرمائی) پھر شاید مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور غلوت گد راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام عطا ہوئے جن کی لطافت و نزالت بار الفاظ کی تحمل نہیں ہو سکتی۔

رب تعالیٰ سے ہمگامی : پھر خالق کائنات سے ہمگامی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے عرض کیا: التحیات لله والصلوة والطیبت (میری تمام قولی مالی اور بدنی عبادتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں) رب تعالیٰ نے فرمایا: السلام علیک ایہا النبی ورحمة الله وبرکاته (میرے محبوب! میرے لئے سلامتی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں) (بلوراجد) ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سلام کو قبول فرمایا مگر ساتھ ہی اپنی اس سلامتی میں اپنی امت

کے گناہ گار لوگوں کو (اپنے ساتھ ملا کر) نیز نیکو کاروں کو بھی شامل کیا، عرض کیا: **السلام**
علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین (سلامتی ہو ہم پر) یعنی میرے ساتھ میری امت کے گناہ
 گاروں پر بھی) اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر) پھر بارگاہِ خداوندی میں سے جو کچھ عطا ہوا وہ
 دینے والا اور لینے والا جانے۔

أمت کی معراج : اسی مقام قرب اور گوشتِ خلوت (مقامِ قاب قوسین) میں دیگر
 انعاماتِ نبیہ کے علاوہ حضور ﷺ کی امت کے لئے معراج عطا فرمایا اور وہ معراج ہے
 نماز۔ **الصلوٰۃ معراج المؤمنین** نماز مومن کے لئے معراج ہے۔ پچاس نمازیں عطا
 کئے گئے۔ حضور ﷺ واپس آئے تو راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے تھے۔
 انھوں نے معروضہ پیش کیا کہ آپ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، رب تعالیٰ کی
 بارگاہ میں واپس جایئے اور کم کرائیئے۔ حضور ﷺ پھر بارگاہِ رب العزت میں پہنچے اور
 تحفیف کے لئے التجا کی۔ پانچ نمازیں معاف ہوئیں۔ واپس آئے تو پھر سیدنا موسیٰ
 علیہ السلام نے کہا: ابھی بہت زیادہ ہیں پھر جایئے۔ جاتے رہے اور آتے رہے پانچ پانچ
 کم ہوتی رہیں۔ بالآخر نماز کی تعداد پانچ کر دی گئی اور ثواب پچاس کا ہی رہا۔

ایک سوال : جب اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آخر میں نمازیں پانچ ہی رہ جائیں گی تو پہلے
 پچاس کیوں عطا فرمائیں؟ اس کے جواب کے لئے صرف اتنا سمجھ لینا ہی کافی ہے کہ
 پروردگار عالم یہ چاہتا تھا کہ میرے حبیب کو بار بار معراج ہو اور موسیٰ علیہ السلام کا کام بھی
 ہوتا رہے۔ موسیٰ وہ آنکھیں دیکھتے ہی رہیں جو محبوبِ حقیقی کو دیکھ کر آ رہی ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام کی مدد : حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مسلمانوں کی مدد کی کہ پچاس
 نمازوں کی پانچ کرادی۔ یہ مدد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات سے تقریباً تین
 ہزار سال بعد کی۔ اب بھی اور ان شاء اللہ قیامت تک حضور انور ﷺ کے نام کی مدد سے
 کافر مومن بنتے ہیں۔

جسمانی معراج : شرح عقائد میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو معراج جسمانی جانگے میں ہوئی۔ صرف روحانی معراج کا قائل ہونا بدعت و گمراہی ہے۔ حضرت عقیق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معراج میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، جمہور صحابہ کا یہی مذہب ہے۔ ساتوں آسمانوں، جنت و دوزخ اور عرش و کرسی تک بلکہ اس سے بھی اوپر حالت بیداری میں اپنے جسم کے ساتھ تشریف لے گئے۔ شہزادہ حضور نوٹ اعظم ہند و اہلسنت محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

اک قدم فرش پہ ہے ایک قدم عرش پہ ہے
ان کو نزدیک ہے جو دور ہے سمان اللہ

یہ سفر یوں نہیں کہ بھاگ بھاگ کرتے ہوئے حضور گئے ہوں اور اسی عجلت سے واپس آ گئے ہوں نہ کچھ دیکھا نہ سنا بلکہ صلیبہ کائنات کے ہر ہر صلہ پر گلشن ہستی کی ہر ہر پتی پر اللہ تعالیٰ کی قدرت عظمت، علم اور حکمت کے چہرے کرشمے تھے سب بے غائب کر کے اپنے محبوب کو دکھا دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ قرب خاص حاصل ہوا کہ کسی نبی اور فرشتہ کو کبھی نہ حاصل ہوا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا اور بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے کلام کیا، اسی کو 'معراج' کہتے ہیں:

غیب کیا پڑ ہے اُدیکھ آئے ہیں وہ غیب الہیہ یعنی وہ ذات جو مشہور ہے سمان اللہ

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہیں ہو سکتا جب نہ اللہ ہی تمہارا تم پہ کرداروں دور

سفر معراج سے واپسی : جب سید عالم ﷺ معراج سے واپس آئے تو ابھی یہاں رات کا سماں تھا سپید و سحر کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ زنجیر ابھی بل رہی تھی، بس گرم تھا اور منہ کا پانی بہہ رہا تھا۔ (تکبیر روح المعانی)

یہ مسافت چٹک بڑی طویل ہے۔ اس سفر میں پیش آنے والا ہر واقعہ بلاشبہ عجیب و غریب ہے اسی لئے وہ دل جو نور ایمان سے خالی تھے انہوں نے اسے اسلام اور داعی اسلام کے خلاف سب سے بڑا اعتراض قرار دیا۔ کئی ضعیف ایمان لوگوں کے پاؤں ڈگمگائے

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جن کے دلوں میں یقین کا چراغ صوفیاں تھا انھیں قطعاً کوئی پریشانی اور تذبذب نہیں ہوا۔ اور نہ دشمنان اسلام کی ہرزہ سرائی اور غوغا آرائی سے وہ متاثر ہوئے۔ ابو جہل نے یہ واقعہ سنا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا کیا تم نے یہ سنا ہے کہ محمد کیا کہتے ہیں؟ کیا یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ اتنی جلدی بیت المقدس اور آسمانوں کا سفر طے کر لیا جائے۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے بلا جھجک جواب دیا کہ اگر میرے آقا و مولائے ایسا فرمایا ہے تو یقیناً جی ہے **لئن قال لصديق**۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ سے صدیق کئے بغیر سفر معراج کی تصدیق کر دی۔ اس صبح آپ 'صدق اکبر' کے لقب سے سرفراز ہوئے یعنی 'سب سے بڑا تصدیق کرنے والا'۔ (معراج جسمانی کا قائل صدیق ہے اور معراج ابو جہل ہے)

قالے : ابو جہل نے حضور ﷺ کو کہا کہ کیا آپ یہ بات پوری قوم کے سامنے بھی کہنے کے لئے تیار ہیں؟ آپ نے فرمایا: بیشک۔ ابو جہل نے کفار کو ٹھایا: جب تمام قبائل جمع ہو گئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے سارا واقعہ سنایا۔ انہوں نے تالیں بھائیں اور تحسخر اڑایا۔ ایک کافر نے کہا ہمیں معلوم ہے کہ آپ آج تک بیت المقدس نہیں گئے۔ بتائیے اس کے ستون اور دروازے کتنے ہیں؟ فوراً جبریل امین نے بیت المقدس کے سامنے کر دیا اور حضور ﷺ نے ستون دروازے سب بتا دیئے۔ کفار نے کہا 'ہو سکتا ہے کسی سے سُن کر یاد کر لے ہوں' کوئی ایسی بات بتاؤ جو سچی ہو۔ ایک کافر نے کہا ہمارے تجارتی قافلے آنے والے ہیں۔ کیا آپ نے انہیں راستے میں کہیں دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تین قافلے دیکھے ہیں۔ پہلا قافلہ مقام روحا میں دیکھا ہے یہ قافلہ بدھ کے روز سورج غروب ہونے تک یہاں پہنچ جائے گا۔ میں نے دیکھا کہ اُن کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ تلاش کر رہے تھے۔ وہ سخت پریشان تھے میں نے انھیں آواز دی کہ فلاں جگہ اونٹ موجود ہے۔ وہ حیران ہوئے کہ یہاں محمد کی آواز کیسے؟ دوسرا قافلہ مقام ذی مرہ پر تھا۔ یہ قافلہ بدھ کے روز دو پہر تک یہاں پہنچ جائے گا۔ ان سے دو آدمی اونٹ پر سوار تھے۔

جب ان کے پاس میرا براق تیزی سے گذرنا تو اونٹ ڈر گیا اور دونوں سواروں کو نیچے گرا دیا۔ تیسرا قافلہ مقام جمعہم پر دیکھا۔ اس قافلے کے آگے آگے وحاری دار اونٹ چل رہا تھا۔ ایک شخص سوار کو سردی لگ رہی تھی اور وہ اپنے غلام سے کہل مانگ رہا تھا۔ یہ قافلہ قریب آ گیا ہے۔ صبح سورج طلوع ہوتے ہی یہاں پہنچ جائے گا۔ چنانچہ جس طرح سید عالم ﷺ نے فرمایا بعینہ اسی طرح ہوا اور قافلوں کی آمد کے پروگرام میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ پھر کفار نے قافلے والوں سے وہ نشانات دریافت کئے جو حضور ﷺ نے فرمائے تھے اور انہوں نے اس کی تصدیقیں کیں۔ بہت سے کفار نے اسلام قبول کیا۔

معیار تصدیق : اہل ایمان کے نزدیک کسی واقعہ کی صحت و عدم صحت کا انحصار اس پر نہیں تھا کہ ان کی عقل اس بارے میں کیا رائے رکھتی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بے پایاں کے سامنے کسی چیز کو ناممکن خیال نہیں کرتے تھے۔ اُن کا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ ہمارے وضع کیے ہوئے قواعد و ضوابط اس کی قدرت کی نیکرانیوں کو محدود نہیں ہو سکتے اور جو اس واقعہ کی خبر دیئے والا ہے وہ اتنا سچا ہے کہ اس کی صداقت کے متعلق شک و شبہ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ جب اُس نے بتا دیا جس کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اس قدرت والے نے ایسا کیا ہے جو علیٰ کُلِّ مَظْهَرٍ قَبِیْہ (ہر چیز پر قادر) ہے تو پھر وہ امکان و عدم امکان کے پیکر میں کیوں پڑیں۔ اس لئے جب اس مٹی کی صبح کو حرم کعبہ میں نبی برحق ﷺ نے کفار کے بھرے مجمع میں اس عنایت ربانی کا ذکر فرمایا تو لوگ وہ حصوں میں بٹ گئے۔ بعض نے صاف انکار کر دیا اور بعض نے بلا پلوں و چراہچہ تسلیم کر لیا۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب یہ واقعہ پیش آیا۔ لیکن آج صورت حال قدرے مختلف ہے۔ ایک گروہ تو وہی منکرین کا ہے۔ دوسرا گروہ وہی ماننے والوں کا ہے لیکن اب تیسرا گروہ بھی نمودار ہو گیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اذہان اس منکر گروہ کی طغی اور مادی برتری کے حلقہ گبوش ہیں اور ادھر اسلام سے بھی ان کا رشتہ ہے۔ نہ وہ اسلام سے رشتہ توڑنے پر راضی ہیں اور نہ اپنے ذہنی مرییوں کے محرمات و نظریات رد کرنے کی

ہست رکھتے ہیں۔ ناچار وہ اس واقعہ کی ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ واقعہ کا نام تو رہ جاتا ہے لیکن اس کے سارے حسن و جمال پر پانی پھر جاتا ہے اور اس کی معنویت کا اہم ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے اس طریقہ کار پر بڑے مطمئن نظر آتے ہیں۔ وہ دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اسلام پر وارد ہونے والا ایک بہت بڑا اعتراض دور کر دیا۔ اس لئے ہمیں مختصر آیتوں گروہوں کو ایسے دلائل فراہم کرنا ہیں کہ اگر وہ تعصب کو بالائے طاق رکھ کر ان سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو اٹھا سکیں۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت اور اس کی شان کبریائی پر ایمان رکھتے ہیں اور حضور مہر موجدات با صفت تالیق کائنات سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول مانتے ہیں ان کے لئے تو واقعہ معراج کی صداقت پر اس آیت کریمہ کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اسی موقع پر اس آیت جلیلہ کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔ آیت کا آغاز 'سبحان' کے کلمہ سے کیا گیا۔

سُبْحَانَكَ مَعْنٰی : 'سبحان' کے معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے مبرا اور منزہ ہے۔ علامہ ذخیری لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام ان کمزوریوں اور کوتاہیوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے جن سے کفار اللہ تعالیٰ کو مجہم کرتے تھے۔ علامہ آلوسی نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کا جو ارشاد نقل کیا ہے وہ بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے۔ سبحان کے کلمہ سے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ برعیب و نقائص کمزوری اور بے بسی سے پاک ہے۔ اس کے لئے دلیل کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی دعویٰ دلیل کے بغیر قابل قبول نہیں ہوا کرتا۔ بطور دلیل ارشاد فرمایا اَللّٰہُ یَسْتَعِیْذُ بِعَبْدِہٖ کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے محبوب بندے کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اتنا طویل سطر طے کرایا اور اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات جہات دکھائیں۔ جو ذات اتنے طویل ستر کو اتنے قلیل وقت میں طے کر سکتی ہے واقعی اس کی قدرت بے پایاں اس کی عظمت نیکر اس ہے اور اس کی کبریائی کے دامن پر کسی کمزوری اور بے بسی کا کوئی داغ نہیں۔ تو جس واقعہ کو

اللہ تعالیٰ نے اپنی بھانیت کی دلیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے وہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی بڑا ہم عظیم الشان اور مجید العجل واقعہ ہوگا۔ اس لئے معراج کا اظہار کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سیاحت کی ایک قرآنی دلیل کو منہدم کرنا ہے۔

اسریٰ کے معنی: 'اسریٰ' رات کو سیر کرانے کو کہتے ہیں۔ یہ سیر رات کے وقت ہوا لیکن اس سفر میں ساری رات ختم نہیں ہوئی بلکہ رات کے ایک چھل حصہ میں بڑے اطمینان اور عافیت سے طے پایا۔ اسریٰ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ یہاں چند نکات بھانیت ہی قابل توجہ ہیں: (۱) اس واقعہ کو سفر کے بجائے سیر سے تعبیر فرمایا، کیونکہ سفر بعض اوقات مجبوراً کیا جاتا ہے جبکہ سیر بحالت خوشی و سرور ہی ہوتی ہے۔

(۲) سفر میں ضروری نہیں کہ انسان دوران سفر ہر شے کو دیکھے ہاں سیر میں اس کی نظر اشیاء کی طرف متوجہ رہتی ہے یہی وجہ ہے آپ ﷺ زمین کے احوال سے ہی نہیں بلکہ اس کے نیچے کے حالات سے بھی آگاہ ہو رہے تھے مثلاً فرمایا: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزر رہا تو وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔

(۳) سیر کرنے اور کروانے میں بھی زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ جب آدمی خود سیر کرتا ہے تو ممکن ہے اس کی نگاہ سیرگاہ کی ہر شے پر نہ جائے لیکن جب وہاں کا انچارج یا گائیڈ سیر کروائے گا تو پھر کسی شے کے اوجھل رہ جانے کا امکان کہاں؟ مثلاً ہم قناب گھر (میوزیم) جائیں اور وہاں کا سربراہ ہمیں سیر کروائے تو وہاں کا کونسا گوشہ اور چیز ہوگی جو ہمیں نہیں دکھائے گا۔ بلکہ اس کی کوشش یہی ہوگی کہ کوئی چیز ان دیکھی نہ رہ جائے۔

ذرا سوچئے جب سیر کروانے والی خود خالق کائنات کی ذات ہو اور وہ اپنے حبیب اکرم ﷺ کو سیر کروائے تو کائنات کا کونسا گوشہ ہوگا جو آپ کے سامنے نہ لایا گیا ہوگا؟

رات میں سیر کروانے کی حکمت: اہل علم و معرفت نے معراج کے لئے رات کے انتخاب کی بھی متعدد حکمتیں بیان کی ہیں۔ (۱) رات وقت خلوت ہے (۲) اہل ایمان کے ایمان بالغیب میں اضافہ اور منکرین کے لئے زیادہ آزمائش ہو (۳) رات کو دن پر

فضیلت بھی حاصل ہے کیونکہ ہر رات میں ایسی گھڑی آتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے جب کہ سوائے جمعہ کے کسی دن کو یہ فضیلت حاصل نہیں (۳) رات پہلے جب کہ دن بعد میں آتا ہے (۵) نزول قرآن کی ابتداء رات میں ہوئی ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (۶) سب سے بڑی نعمت و یدارائی ہے اور یہ بھی حضور انور ﷺ کو رات میں ہی نصیب ہوا۔ معراج کے علاوہ بھی متعدد انعامات و معجزات ایسے ہیں جو حضور ﷺ کو رات کے وقت عطا کئے گئے مثلاً معجزہ شق القمر ہجرت رات کو ہوئی، غار ثور میں داخلہ، اکبر طور پر حضور ﷺ سحر رات کو فرماتے 'ارشاد گرامی ہے: عَلَيَكُمْ بِاللَّحْجَةِ فَإِنَّ الْأَرْضَ تَطْوِي بِاللَّيْلِ رَاةً كَوَسْطِ كَرِيَا كَرُو كِيَوْمَكَ رَاةً مِّنْ زَمِينٍ لَّيِّتٌ دِي جَانِي هِي۔

عبد کے معنی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے سید عالم حضور نبی کریم ﷺ کو جن کمالات و امتیازات سے نوازا ان میں سب سے بڑا امتیاز و کمال عہدیت کا ملکہ کا مقام ہے۔ عربی زبان میں عہد کا معنی غلام اور بندہ کے ہیں اور کسی کے عہد ہونے کو عہدیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عہد کے معنی و مفہوم کے بارے میں عام لوگوں کے ذہن میں ایک غلط فہمی ہے کہ لفظ عہد کا اطلاق صرف انسان پر کیا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اپنی معنوی وسعت کے اعتبار سے لفظ عہد جملہ موجودات کا نکت کو محیط ہے کائنات ارضی و سماوی میں موجود ہر چیز بارگاہ رب العزت میں عہد کا درجہ رکھتی ہے۔ حضور ﷺ کو نہ سانی معراج، یساری کی حالت میں ہوئی کیونکہ فرمایا گیا بعہدہ اپنے بندہ کو لے گیا اور بندہ جسم و روح دونوں کا نام ہے۔

عبادت کے لائق صرف خالق کائنات کی ذات ہے جب کہ خلقت کے اعتبار سے عالم ارضی اور عالم بالا سے تعلق رکھنے والی ہر چیز جن و انس، جاندار و حیوانات، نباتات و جمادات، شجر و حجر فرض کہ کائنات بے پناہ کے ہر ہر گوشے میں پائی جانے والی ہر چیز اپنے خالق و مالک کے ساتھ رشتہ بندگی میں مشکوک ہے۔

عہد کے معنی عابد بھی ہوتے ہیں اور غلام و خادم کے بھی ہوتے ہیں جب عہد کو اللہ تعالیٰ

کی طرف نسبت کیا جائے گا تو 'عبد' کے معنی مابدہوں گے اور جب غیر اللہ کی طرف نسبت ہوگی تو معنی ہوں گے خادم و غلام۔ لہذا عبد الہی کے معنی نبی کا غلام قرآن کریم فرماتا ہے: حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ﴿قُلْ يٰعِبَادِي﴾ فرمادہ (یعنی اپنی امت سے فرمادہ) اے میرے بندو ﴿قُلْ يٰعِبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ. إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾ (الزمر/۵۳)

تم فرمادہ کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید و مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔

اس آیت میں ﴿يٰعِبَادِي﴾ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے بندے ہیں یعنی غلام اور خادم کے معنوں میں بندے کہا گیا۔ اب اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اے محبوب فرمادہ کہ اے میرے غلامو!

اب اس خطاب سے کفار خود بخود نکل گئے کیونکہ حضور ﷺ کے غلام اور خدام تو مسلمان ہی ہیں۔

حضرت شاد ولی اللہ محدث دہلوی نے 'ازالة الخلفہ' میں حدیث نقل کی ہے کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی نسبت فرمایا کنت عبده وخادمه میں حضور ﷺ کا بندہ اور خادم ہوں۔

صحابہ کرام نے بھی بار بار فرمایا کہ کنت انا عبده وخادمه میں حضور ﷺ کا عبد اور خادم ہوں۔

حضور علیہ السلام کا ذکر بعبدہ کے لفظ سے فرمایا گیا۔ جس کی متعدد حکمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے حضور ﷺ کی بے مثل رفعت شان اور علوم مرتبت کو دیکھ کر امت اس لحاظ میں حیران ہو جائے جس میں عیسائی کمالات عیسوی کو دیکھ کر حیران ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ بارگاہ وحدت میں مقام قلب قوسین قو اذنی پر قائم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا ہم اشرفک یا محمد اے سراپا حمد و ستائش! آج میں تجھے کس لقب سے سرفراز کروں تو حضور ﷺ نے جواباً

عرض کی بنسبتی الیک بالعبودية مجھے اپنا بندہ کہنے کی نسبت سے مشرف فرما۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ذکر معراج کے وقت اسی الہ کو ذکر فرمایا جو اس کے حبیب نے اپنے لئے خود پسند فرمایا تھا۔

عید کی اقسام :

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کی عید ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے عید ہے عید کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

عید رقیق : اس سے مراد وہ مملوک غلام ہے جو پوری طرح اپنے مالک کے قبضہ اور اس کی ملک میں ہو۔ عام مومنین خواہ عاصی ہوں یا مطیع سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک بمنزلہ عید رقیق کے ہیں (دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے سب افراد عید رقیق کا درجہ رکھتے ہیں) عید آتیق : اپنے مالک سے بھاگے ہوئے غلام کو کہتے ہیں جو اپنے آقا سے دور چلا گیا ہو تمام کفار مشرکین منافقین اور بد مذہب اسی زمرہ میں آتے ہیں۔

عید ماذون : عید ماذون وہ غلام ہے جو مالک کی ملک اور اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی قابلیت صلاحیت استعداد اور خوبی کی وجہ سے اس کے مالک نے اپنے کاروبار کا اسے مختار و ماذون بنا دیا ہو اور اسے اس بات کا اذن دے دیا ہو کہ وہ مالک کے کاروبار میں جائز اور ممکن تصرف کرے۔ اس غلام کا چپٹا خیریتا لینا دینا سب کچھ اس کے مالک کا چپٹا خیریتا لینا دینا تصور ہوگا۔ (معراج النبی ﷺ)۔ قرآنی دوران غلام سید احمد سعید کاظمی مدظلہ العالی

اللہ تعالیٰ کے محبوبین و مقربین بجز عید ماذون کے ہیں اللہ تعالیٰ ہر ایک کے قرب کے مطابق ماذونیت کا شرف عطا فرماتا ہے۔ عید ماذون مختلف درجات طے کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام محبوبیت پر فائز ہو جاتا ہے حضور ﷺ ماذونیت کے بلند ترین مقام پر ہیں اور آپ ﷺ ہی کی عیدیت معراج سے سرفراز ہوئی۔ ساری کائنات میں رسول اللہ ﷺ کے برابر کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب نہیں۔ اس لئے حضور ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے

عبدالماذن ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (زلزالہ/ 255) دو کون ہے جو اس کے یہاں شفا دے کرے اس کے حکم کے۔ حضور ﷺ قیامت کے دن سب سے پہلے بارگاہ الہی میں اذن پا کر شفاعت فرمائیں گے ہر کام پاؤں اللہ تعالیٰ توحید ہے بغیر اذن کے شفاعت کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ عین توحید لہذا یہ عقیدہ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کر سکتا ہے شرک ہے اور جب اذن الہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔ اذن الہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا اصل معیار ہے۔

اب اگر کوئی اولیاء اللہ کو پاؤں اللہ حاجت روا کہے تو شرک نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم کے بغیر انسان سانس تک نہیں لے سکتا اور نہ ہی پک چمکا سکتا ہے ہونٹ بھی نہیں بلا سکتا ہے اور اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم کے بغیر یہ امور انجام دے سکتا ہے تو بلاشبہ وہ شرک ہو جائے گا۔ ☆☆☆

سفر معراج اور رب تعالیٰ کا عرفان : ﴿مُتَبِّحُنَ الَّذِي أَسْرَى﴾ پاک ہے وہ جو لے گیا الَّذِي أَسْرَى کو بطور صفت استعمال کیا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ موصوف اس وقت تک سمجھا نہیں جاسکتا جب تک کہ اس کی صفت کو نہ سمجھے۔ جس طرح عالم کو علم سے قاضی کو قضیات سے قاری کو قرأت سے اور رفیع کو رفعت سے سمجھا جاتا ہے۔ اگر خدا کی معرفت سمجھنا ہو تو الَّذِي أَسْرَى سے سمجھا جائے۔ اب معلوم یہ ہوا کہ یہ بندہ کی سیر بھی عجیب سیر ہوئی۔ الَّذِي أَسْرَى کا عرفان اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ سیر کرنے والے بندہ کا عرفان نہ حاصل ہو۔ حدیث قدسی ارشاد فرمایا کُنْتَ كُنْزًا مَحْفِيًّا وَاَحْبَبْتَ اَنْ عَرَفَهُ فَخَلَقْتَ نُوْرَ مُحَمَّدٍ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جس جب میں نے چاہا میرا عرفان ہو تو میں نے نور محمد کو پیدا کر دیا۔ نور محمد کو تم جتنا پیچاؤ گے اتنا ہی عرفان خداوندی حاصل ہوگا چنانچہ ہر صفت نور محمد کی سمجھیں تو ہر صفت خدا کے تعالیٰ کی سمجھ میں آئے۔ اُن کو جب تک نہ مانو گے مجھے بھی نہیں مان سکتے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

جس نے اپنے کو سمجھا اس نے اپنے رب کو سمجھا۔ اکثر صوفی کہتے ہیں کہ اپنے نفس کو سمجھنے میں اور عرفان الہی میں کیا مناسبت ہے اس کو سمجھنے میں آپ اور ہم خدا کو موجود کیوں کہتے ہیں۔ اگر دنیا میں کوئی موجود نہ ہوتا تو کیسے ظاہر ہوتا؟ یا کون کہتا کہ خدائے تعالیٰ موجود ہے۔ یعنی ہمارا وجود رب کے وجود کو ثابت کرتا ہے۔ خدا کے سوا ہم اور آپ موجود نہ ہوتے تو وجود کا تصور بھی نہ کرتے یعنی ہمارے وجود نے کسی موجود کی رہنمائی کی ہے۔ مزید سمجھنے کے لئے ہمارے اندر ایک صفت ہے جس کو علم کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک صفت ہے جس کو اختیار کہتے ہیں۔ اگر ہمارے اندر کوئی ایسی صفت نہ ہوتی جس کو علم کہتے ہیں تو خدا کو عالم کہنا کتنا دشوار ہوتا۔ علم کا عرفان ہی نہ ہوتا۔

﴿اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت اپنے محبوب ﷺ کے ذریعہ کرائی: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَبَيِّنَاتٍ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (انجیل ۳۳: ۱ الف / النج ۲۸)﴾

وہی (خدا مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر۔

حضور ﷺ رب تعالیٰ کی شان بھی ہیں اس کی رحمت بھی۔ اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ اے میرے بندو اگر تم مجھے جانتا پچھانتا چاہتے ہو تو اس طرح پچھانو کہ اللہ تعالیٰ دو قدرت والا رحمت والا کرم فرمانے والا ہے کہ اُس نے اپنے رسول رسولوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ مصنوع ہیں کہ دست قدرت کو بھی اُن پر ناز ہے۔ بلاشبہ یوں سمجھو کہ ایک اعلیٰ درجہ کا کاریگر کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں عمارت بنائی ہے یا قابلِ استاد کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں شاگرد کو قابل بنایا۔ اگر میری قابلیت علمی دیکھنا ہے تو میرے فلاں شاگرد کو دیکھو کہ میرے علم و ہنر کا نمونہ ہے۔ دست قدرت بھی آج اس انوکھے اور نرالے بندہ خاص پر ناز فرماتا ہے کہ اگر میری قدرت میرا علم میری سخاوت میرا کرم میرا فضل میری تمام صفات کا نظارہ کرتا ہے تو میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لو۔ یا یوں سمجھو کہ آفتاب کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی، لیکن اگر زمین شیشہ میں

سورج کا تلس لیا جائے اور اس شیشہ میں نظری جائے تو جمال آفتاب نظر آتا ہے۔ یہ ذات پاک بھی قدرت الہی دیکھنے کا گہرے رنگ والا شیشہ ہے۔ اس کو دیکھا 'تو رب تعالیٰ کی صفات کو دیکھا۔ اگر کوئی رب تعالیٰ کی ذات و صفات کو زمین و آسمان کے ذریعہ جانے وہ موجود ہے مگر مومن نہیں۔ اگر رب تعالیٰ کو پہچانا ہو تو یوں پہچانے کہ رب وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا۔ لہذا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مظہر ہیں اور معرفت الہی کا یہ اذریعہ ہیں۔ حضور ﷺ 'اللہ تعالیٰ کا نور ہیں کسی کے بجائے بھہ نہیں سکتا۔ یہ نور ہی نور خدا ہے واللہ جو دیکھتا ہے کہتا ہے واللہ واللہ ۛۛۛۛ

تو رب تعالیٰ نے اپنا وسیلہ معرفت بنا دیا سیدنا محمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کو۔ اس لئے فرمایا الذی اسریٰ یوں بھی کہا جاسکتا تھا الذی اذهب یا الذی ذهب بہ ان سب کے معنی 'لے گیا' ہے مگر خصوصیت سے اسریٰ کیوں فرمایا جب کہ ذهب بہ 'اذهب کے معنی وہ ہیں یعنی 'لے گیا' اسریٰ اور ذهب بہ و اذهب میں ایک نازک فرق ہے۔ وہ یہ کہ ذهب بہ اور اذهب میں لہانے والے کا ساتھ رہنا ضروری نہیں مگر اسریٰ اس لہانے والے کو کہیں گے جو لہا بھی رہا ہے اور ساتھ بھی ہے۔ وہاں اذهب اور ذهب بہ نہیں بولیں گے جہاں لہانے والا ساتھ نہ ہو۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ تو وہاں تھا وہاں کس نے بلایا؟ وہ تو یہاں سے 'وہاں سے پاک ہے۔ دیکھو میرے رسول کا سفر شروع ہوا تو قدرت الہیہ ساتھ تھی۔ قدرت الہیہ ان کی پسارت میں قدرت الہیہ ان کی سماعت میں قدرت الہیہ ان کی رفتار میں قدرت الہیہ ان کی گفتار میں۔ بلکہ بھی وہ رہا ہے اور ساتھ بھی وہی ہے۔ پہلے سمجھو اسریٰ کو یہ سیر کی بات ہے۔ سیر کی سبیل نہیں ہوا کرتی یعنی سیر و تفریح کے لئے آپ دور تک نہیں جائیں گے جہاں چاکر پریشان ہو جائیں۔ سیر و تفریح اتنی ہی کجیاتی ہے جہاں آسانی سے گھٹے آسانی سے چلے آئے۔ یہاں اسریٰ کی بات ہو رہی ہے۔ مقام ذنسی فتقدلی پر پہنچے اور یہاں اتنی مسافت کو طے کیا اور بات سیر و تفریح ہی کی رہی نہ کوئی محسن ہے نہ کوئی پریشانی ہے۔ جانے والا گیا اور پلٹ کر چلا آیا۔ وہی انبساط ہے وہی کشادگی ہے۔ پتہ یہ چلا یہ بات جو ہے سیر و تفریح ہی کی بات ہے۔

الذی اسریٰ سے پہلے اسریٰ کو سمجھو اور اسریٰ کو سمجھنے کے لئے یہ جانے والے کو سمجھو۔ یہ جانے والے کو سمجھنے کے لئے جانے والے کا سمجھنا ضروری ہے۔ سیر کرانے والے کو سمجھنے سے پہلے سیر کرنے والے کو سمجھو۔ کوئی سیر کرنے والا ہوگا جب سیر ہوگی پھر کوئی سیر کرانے والا ہوگا۔ ذرا سا غور تو کرو! سب سے زیادہ بنیادی عقیدہ کیا ہے۔ آپ کہیں گے عقیدہ توحید۔ یہ تو بالکل بنیادی چیز ہے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ توحید پر آپ ایمان لائے بغیر مسلمان نہیں بن سکتے مگر کسی چیز پر ایمان لانے سے پہلے کیا جانے؟ یہ نہیں ممکن ہے کہ علم نہ ہو اور ایمان آپ لے آئیں۔ علم نہ ہو اور آپ تصدیق کریں! علم نہ ہو اور آپ مان لیں! ایسی بات تو ممکن نہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ ایمان سے پہلے علم چاہئے۔ اور علم سے پہلے ذریعہ علم چاہئے۔ تو عقیدہ توحید بہت ہی ضروری عقیدہ ہے مگر اس کا علم ہمیں کیسے ہوا؟ اس لئے کہ بغیر علم کے ہم توحید کو مان نہیں سکتے۔ عقلاً یہ محال ہے کہ کسی چیز کا علم ہی نہ ہو آپ اُسے مان لیں۔ تو اس کے لئے کیا ہے پہلے علم اور علم سے پہلے ذریعہ علم۔ اب ذریعہ علم کی تلاش کرو۔ کس نے ایک خدا کا پتہ کیا؟ کس نے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ کہا۔ معلوم یہ ہوا جب ذریعہ علم کی ہم تلاش کریں گے وہ ذریعہ علم ذات اقدس سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے پہلے اُن کو تم سمجھو گے۔

ایمان کیا ہے؟ ایمان کہتے ہیں التَّصَدِيقُ بِمَا جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ، دل کی سچائی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی جملہ بیانات کو مان لینا ایمان ہے۔

ایمان ایک نہایت ضروری چیز ہے مومن کی زندگی کا آقا زہی ایمان سے ہے۔ ایمان اگر نہیں تو اُسے آپ انسان تو کہہ سکتے ہیں مومن نہیں کہہ سکتے۔ ایمان یعنی حضور ﷺ کی لاکھ ہوئی چیز کی تصدیق اُس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک لانے والے کی تصدیق نہ ہو جائے۔ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ دعوت ہے محمد رسول اللہ داعی ہیں۔ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ کا پیغام رکھنے سے پہلے رسول نے اپنے کو سمجھایا اور اپنے کو منوالیا۔ حضور ﷺ نے چالیس سال تک خاموش اور مٹی کی زندگی گزاری اور اس کے بعد فاران کی چوٹی سے اپنی قوم کو بلایا

اور پوچھا کہ تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو؟ سب نے کہا 'صادق و امین'۔ چچے دیا انداز۔۔۔ الغرض بہت تعریف کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سچا سمجھتے ہو تو اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تمہیں تباہ کر دینا چاہتا ہے۔ میرے کہنے سے مانو گے؟ سب نے کہا کہ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولے! آپ کہیں گے تو ہم مان لیں گے۔ میرے رسول نے فرمایا کہ جب میرے کہنے سے تم بن دیکھے لشکر کو مان رہے ہو تو میرے ہی کہنے سے بے دیکھے خدا کو مان لو۔ قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔۔۔ لا الہ الا اللہ کہو! ظراح پا جاؤ گے۔ حضور ﷺ نے لا الہ الا اللہ کی دعوت پیش کرنے سے پہلے اپنی ذات کو سمجھایا اور منوایا۔ اس لئے کہ لا الہ الا اللہ دعوت ہے محمد رسول اللہ دائمی ہیں لا الہ الا اللہ ہدایت ہے محمد رسول اللہ ہادی ہیں لا الہ الا اللہ ذکر ہے محمد رسول اللہ ذاکر ہیں۔ لا الہ الا اللہ ارشاد ہے محمد رسول اللہ مُرشد ہیں لا الہ الا اللہ حکام ہے محمد رسول اللہ حکم ہیں۔ جو دائمی کونہ مانے گا وہ دعوت کو کیا مانے گا۔ جو ہادی کونہ مانے گا وہ ہدایت کو کیا مانے گا۔ جو حاکم کونہ مانے گا وہ قول کو کیا مانے گا۔ جو ذاکر کونہ مانے گا وہ ذکر کو کیسے مانے گا۔ رسول نے تبلیغ کا جو طریقہ ہمیں دیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے ذات رسالت ﷺ کو منوایا اور سمجھاؤ۔۔۔ پھر لوگ اللہ تعالیٰ کو خود ہی مان لیں گے۔ رسالت کو تسلیم کرنے کے بعد ہی توحید کی دعوت کو قبول کیا جائے گا۔ اب تبلیغ کا وہ طریقہ جس میں رسول کی عظمت و رفعت کو نہیں منوایا جاتا بلکہ صرف لا الہ الا اللہ کو سمجھانے اور منوانے پر زور دیا جاتا ہے وہ طریقہ خود ایک بدعت ہے اور وہ بھی بدعت سیدہ۔۔۔ اللہم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضیٰ ہان تصلیٰ علیہ ایہا کیسے ہو سکتا ہے کہ تم قول کو مانو! حاکم کونہ مانو۔ ہدایت کو مانو! ہادی کونہ مانو۔ ارشاد کو مانو! مُرشد کونہ مانو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دعوت کو مانو! دائمی کونہ مانو۔ اس لئے اسلام کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ محمد عربی ﷺ کو منوایا دے۔ ذریعہ علم ہے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مگر دوستو یہاں یہ نہ سوچنا کہ ہمیں ذریعہ علم بھی ملا اور علم بھی حاصل ہو گیا اب اس ذریعہ کی ضرورت کیا ہے؟ یعنی ہمیں علم بھی مل گیا اور ایمان بھی۔ اب کیا

ضرورت ہے محمد عربی ﷺ کی۔ وہ چیز ہمیں ملنی تھی 'مل بھی ہے مگر یہ بتلاؤ خدا کی معرفت کے درجات کتنے ہیں؟ معرفت الہی کے مراتب کتنے ہیں؟ معرفت الہی کے درجات کا جب تم پتہ نہیں لگا سکتے اور معرفت الہی جب غیر متناہی ہے تو جو معرفت کرانے والا ہے اس کی ضرورت کا سلسلہ بھی غیر متناہی ہی ہے۔ یہ ایسا سفر ہے ہی نہیں 'جو کہیں ختم ہو۔ یہ سفر ختم نہیں ہو سکتا۔ اس کی ضرورت ہوگی۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ سارے سفرِ رحمت حیات کتنے ہی ختم ہو جاتے ہیں 'ساری مسافتیں ختم ہو جائیں گی۔ حیات کی گاڑی ٹھہری آپ کے سارے مقاصد ختم۔ ساری خواہشیں ختم۔ ساری تمنائیں ختم۔ سارے سفر ختم۔ مگر میرے رسول کی ضرورت اب بھی ختم نہیں 'قبر میں وہی ہے۔ حشر میں وہی ہے۔ میزان پر وہی ہے۔ پل صراط پر وہی ہے۔ جہنم کے دروازہ پر وہی ہے۔ جنت کے دروازہ کھولنے والے وہی ہے۔ ہم تو دیکھتے ہیں جہاں ہم نے رسول کی ضرورت سمجھی بھی نہیں اور وہاں تو دیکھ رہے ہیں۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ﴾ لے گیا اپنے بندہ کو۔ یہ نہیں کہا کہ بنیہ اپنے نبی کو لے گیا۔ یہ نہیں کہا کہ رسولہ اپنے رسول کو۔ نہ نبی کا لفظ اختیار کیا نہ رسول کا۔ بلکہ عبد کا لفظ استعمال کیا۔ یعنی اپنے بندہ کو۔ یہی رسول کے اوصاف کو بیان کرنے کے لئے قرآن میں کہیں کہیں انسان کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمہٗ الْبِیَانَ﴾۔ مفسرین کہتے ہیں یہاں انسان سے مراد انسان کے فرد کا مل سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں تو انسان کا لفظ بھی یہاں اختیار کیا جاسکتا تھا۔ اسریٰ بالانسانہ یعنی انسان کا مل کو لے گیا 'مگر نہ تو بنیہ کا لفظ ہے نہ رسولہ کا اور نہ ہی انسان کا۔ یہاں بعبدہ کا لفظ ہے۔

معراجِ عبدیت :

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ﴾ پاک ہے جو لے گیا اپنے بندے کو۔

☆ ☆ ☆ حضور ﷺ کا عظیم الشان معجزہ واقعہ معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ

کا ذکر ﴿يَعْلِيَهُ﴾ بندے خاص کے لفظ سے فرمایا ہے۔ جس کی متعدد تفسیریں ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بے مثل رفعت شان اور علوم تربت کو دیکھ کر امت اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے جس طرح عیسائی کمالات عیسوی کو دیکھ کر مبتلا ہو گئے تھے۔

معراج کے بیان میں عہدہ فرما کر اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمادیا کہ باوجود اس قرب عظیم کے جو شب معراج میں میرے حبیب ﷺ کو حاصل ہوا وہ میرے عہد ہی میں معیوض نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اللہ کی عہد ہے لیکن جس کو تمام عہد کالمین میں سب سے زیادہ کامل اور عہد اکمل کہا جاسکے وہ وہی ہے جسے عہدہ سے تعبیر فرمایا ہے عہدہ کے معنی ہیں اللہ کا بندہ اور اللہ کی بندگی کا سب سے بڑا کمال اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی نزدیکی ہے اسراہ اور معراج میں اس عہد مقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا جو قرب نصیب ہوا اور مرتبہ قاب قوسین کی نزدیکی حاصل ہوئی وہ اولین و آخرین میں سے آج تک نہ تو کسی کو حاصل ہوئی ہے نہ ہوگی اور نہ ہو سکتی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے جملہ عہد میں عہد کامل صرف عہدہ ہے۔ (معراج النبی ﷺ۔ غزالی دورانِ علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ)

حضور نبی کریم ﷺ دنیا میں شان رسالت سے تشریف لائے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شان عہدیت سے حاضر ہوئے اس لئے یہاں عہدہ فرمایا۔

نبی کریم ﷺ روف رحیم کے ہزار لقب اور صفاتی نام ہیں مگر آج رسولہ حبیبہ مزل مدثر ینس طہ نہیں فرمایا بلکہ عہدہ فرمایا۔ یہ اس لئے کہ رسول نبی وغیرہ قانونی اور عہدے کے نام ہیں وہ دفتر اور دربار میں بولے جاتے ہیں لیکن آج تو اپنے گھر روانگی ہے لہذا انگریز لقب بولا گیا۔ یا اس لئے کہ بندوں کے پاس مجھے تو رسول نبی رحمت عالمین بن کر مجھے آج اپنے رب کے پاس آرہے ہیں لہذا ایسی لفظ مناسب یا اس لئے کہ اے کائنات والو تم ہمارے حبیب کو پکارو تو آقا مولیٰ یا رسول اللہ ﷺ یا حبیب اللہ کہہ کر پکارو۔ ہم پکاریں تو ﴿يَعْلِيَهُ﴾

مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان تک گئے تو نصاریٰ نے ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔ احمد نجفی حضور ﷺ تو لوح و قلم سے آگے نکل گئے۔ کہیں یہ دیکھ کر کوئی گمراہ نہ ہو جائے اس لئے فرمایا ﴿يَعْلِيَهُ﴾ کہ عروج خواہ کتنا ہی ہوا مگر عہدیت کا

تاج پہنے ہی رہے۔ یا اس لئے کہ عید تو ساری کائنات ہے مگر عیدہ یعنی بندے خاص صرف محمد ﷺ ہی ہیں۔

حضور ﷺ جب معراج سے سرفراز فرمائے گئے تو شبِ اسری عالمِ بشریت کے ہر ملکہ کائنات بیت المقدس پر تمام ہو گئے۔ اور عالمِ نورانیت کے مقامات و کمالات سدرۃ المنتہی پر ٹھٹھ کر رہ گئے۔ لیکن پیکر محمدی ﷺ اپنے تمام تر جلوؤں کے ساتھ قابِ قوسین پر حاوی ہو گیا۔ یہ شانِ شانِ عیدیت ہے جس کی ہماری بشریت اور نورانیت مل کر بھی نہیں کر سکتے۔ حضور ﷺ کی عیدیت ان الفاظ سے ظاہر ہے ﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾ (انجم/۱۰) پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی (جو اللہ تعالیٰ نے چاہی فرمائی)

جس کی حقیقی معرفت تک رسائی نہ عالمِ بشریت کا کوئی فرد حاصل کر سکتا ہے اور نہ عالمِ نورانیت میں کسی کو اس کی کامل معرفت نصیب ہو سکتی ہے۔

عید اور عیدہ :

☆ عید (سیدنا موسیٰ علیہ السلام) وہ ہے جو کہے ﴿وَيَقُولُ آيَاتِي﴾ (اے رب دکھا دے) اور جو کہے اے محبوب آ کے دیکھ لیا۔ جو طالبِ جلوہ ہے وہ عید ہے اور جلوہ جس کا طالب ہو وہ ہے عیدہ۔

☆ عید (حضرت ابراہیم علیہ السلام) وہ ہے جسے آگ میں ڈالا گیا اور آگ بجھ گئی۔ عیدہ (حضور ﷺ) وہ ہے جس کے آنے سے آتشِ کدہ ایران جو ہزاروں سال سے بھڑک رہا تھا بجھ گیا۔

☆ عید (حضرت ابراہیم علیہ السلام) وہ ہے جس نے اپنے کھانڈے سے ہتِ خانہ کے بُتِ پاش کے تو عیدہ (حضور ﷺ) وہ ہے کہ کعبہ اللہ میں نصب ۳۶۰ بُت اپنے دائیں ہاتھ کے اشارے سے توڑ ڈالے اور ہتِ منہ کے بل کر گئے۔

☆ عید (حضرت موسیٰ علیہ السلام) وہ ہے جس نے چتر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کئے

تو عیدہ (حضور ﷺ) وہ ہے جس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے پانی کی نہر جاری کر دی جو کہ ناممکن تھی جب کہ پھر سے پانی کا نکالنا ممکن تھا۔

☆ عید (حضرت موسیٰ علیہ السلام) وہ ہے جس نے دریائے نیل عبور کیا تو دریا نے راستہ چھوڑ دیا جب کہ ادھر عیدہ (حضور ﷺ) کے غلام (غلامان مصطفیٰ) جب دریا عبور کرتے ہیں تو پانی ہی سڑک بن جاتا ہے اور کپڑے بھی گیلے نہیں ہوتے۔

☆ عید (حضرت صالح علیہ السلام) وہ ہے جس کی اونٹنی ایک دن میں سارے پانی پی جاتی تھی تو عیدہ (حضور ﷺ) کی ناقہ حضور ﷺ کی نبوت کی گواہی دیتی تھی اور کئی بار اونٹ آپ کے پاس آکر اپنے مالک کی شکایت کرتے۔

☆ عید (حضرت داؤد علیہ السلام) وہ ہے جس کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا جو کہ اس کی فطرت ہے مگر عیدہ (حضور ﷺ) وہ ہے جس کے ہاتھوں میں کنکریوں نے ٹھک پڑا کے آپ کی نبوت کی شہادت دی۔

☆ عید (حضرت داؤد علیہ السلام) وہ ہے جس کے لئے پندے مسخر تھے تو ادھر عیدہ (حضور ﷺ) کے غلام حضرت سفیز رضی اللہ عنہ سامنے آتے ہوئے شیر سے کہتے ہیں یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول اللہ اے شیر (خبردار) میں غلام رسول ہوں۔

☆ عید (حضرت سلیمان علیہ السلام) وہ ہے جس کو زمین پر بادشاہت عطا کی گئی تو عیدہ (حضور ﷺ) کو زمین کے سرخ و سفید پر حکومت اور قزاقوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔

☆ عید (سلیمان علیہ السلام) وہ ہے جس کے پاس جن اگر نافرمانی کرتے تو آپ سزا دیتے مگر عیدہ (حضور ﷺ) وہ ہے جس کے پاس آنے والے جن بھی آپ کی عظمت کو جھک کر سلام کرتے۔

☆ عید (حضرت سلیمان علیہ السلام) وہ ہے جس کے لئے ہوائیں مسخر کی گئیں اور صبح سے دو پہر تک ایک مینے کا سفر طے کرتے مگر عیدہ (حضور ﷺ) وہ جو ایک رات کے تھوڑے لمحے میں مسجد حرام سے لے کر لامکان کی سیر کر کے آگئے۔

رحمتِ عالم ﷺ کی شانِ عہدیت :

سیدِ دو عالم ﷺ دنیا میں شانِ رسالت کے ساتھ تشریف لائے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شبِ معراج کو شانِ عہدیت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ لہذا رسول اللہ ﷺ کی ذات میں رحمت ہی رحمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بات میں حکمت ہی حکمت ہے۔ رسول کی رات میں رفعت ہی رفعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں برکت ہی برکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی گفتار میں راحت ہی راحت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی رفتار میں شوکت ہی شوکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے کردار میں حرمت ہی حرمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے افکار میں رافت ہی رافت ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی توہین میں ذلت ہی ذلت ہے۔ رسول کے عباد میں زحمت ہی زحمت ہے۔ حکم رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے میں نصرت ہی نصرت ہے۔ حکم رسول اللہ ﷺ پر عمل نہ کرنے میں نکبت ہی نکبت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ بندۂ اعلیٰ اور رسول اکمل ہیں جن کی عہدیت سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت چمکی اور جن کی رسالت رب تعالیٰ کی الوہیت کا مظہر اتم ہے۔

حضور ﷺ عہدِ کامل ہیں جہاں عبودیت کی انتہا ہو جاتی ہے عبودیت کے اس اعلیٰ و ارفع مقام پر صرف اسی محبوب کی رسائی ہے۔ کوئی کلمہ گو حضور ﷺ کو معبود والا نہیں سمجھتا اور نہ حضور ﷺ کی عبادت کرتا ہے بلکہ ہر نماز میں کئی بار وہ اعلان کرتا ہے کہ اشہد ان محمداً عبده ورسوله میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

نزولِ قرآن اور شانِ عہدیت : حضور ﷺ چونکہ کمالِ عہدیت میں سب سے فائق ہیں اس لئے آپ افضل مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں اور اسی وجہ سے قرآن مجید میں جہاں جہاں حضور ﷺ کے بلند ترین خصائص و کمالات اور اللہ تعالیٰ کے آپ پر خاص القاصات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں معزز ترین لقب کے طور پر حضور ﷺ کو عہدی کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔

سب سے بڑی نعمت و دولت قرآن حکیم کی تزیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ (فرقان/۱)
 بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے عہد خاص پر قرآن اتارا جو سارے جہانوں کے لئے
 نذیر ہے۔

حضور محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی عہدیت میں ایسے مشہور ہیں کہ اس خاص لفظ سے ہر ایک کا
 خیال حضور ﷺ کی طرف جاتا ہے خیال رہے کہ عہد اور عہدہ میں بڑا فرق ہے عہد تو رحمت
 الہی کا مظہر ہے اور عہدہ کی رحمت انجی منظر ہے۔ عہدہ وہ ہے جس کی عہدیت سے اللہ تعالیٰ کی
 شان الوہیت ظاہر ہو حضور ﷺ بے نظیر بندے ہیں ﷺ (نور العرقان)

قرآن کا نزول اس عہد کامل پر ہوا جہاں عبودیت کی انتہا ہو جاتی ہے عبودیت کے
 اس اعلیٰ و ارفع مقام پر صرف اسی محبوب کی رسائی ہے اور اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ
 اللہ تعالیٰ کا یہ محبوب ترین اور اکمل ترین بندہ سارے جہانوں کو اللہ تعالیٰ کی حکم دہی کے
 خوف کا اتہام سے بروقت متنبہ فرمادے۔

لہٰذا عہدیت کے لفظ سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت سارے جہانوں کے
 لئے ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب کے لئے آپ
 رسول ہیں اور جب تک یہ عالم برقرار رہے گا حضور ﷺ کی رسالت کا پرچم اہرا تا رہے گا۔
 سورۃ کیف میں فرمایا گیا۔

﴿الْحَسْبُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا﴾
 (الکہف/۱) سب قہر نہیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے (محبوب)
 بندے پر یہ کتاب اور نہیں پیدا ہونے دی اس میں ذرا کجی (اور معاش و معاہدہ) درست
 کر دی گئی ہے (نبیاء القرآن)

سب ستائشیں اسی ذات سے ہوتا گزینا ہیں جس نے اپنے محبوب بندے پر یہ کتاب
 نازل فرما کر انسانیت کی عیب و بیکر کو صبح نور سے آشنا کیا ہے۔ عہدہ سے مراد صاحب قرآن
 اور الکتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ عہدہ میں کوئی التباس نہیں۔ کیونکہ مقام عہدیت
 کاملہ پر صرف یہی ذات با برکات فائز ہے اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز کسی صفت میں اوج

کمال پر پہنچتی ہے تو جب اس صفت کو مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے مراد وہی موصوف ہوگا۔
جس کسی کو عہدیت کا ہفتا کچھ عرفان نصیب ہوا اسی کے عقل ہوا۔

تمام انبیاء حضور ﷺ کے عجز کرم سے چلے بھر رہے ہیں اور حضور ﷺ کے اہل رحمت سے ہونٹ ٹک رہے ہیں۔ یہی وہ ذات اقدس ہے جس کا ظاہر و باطن مکمل ہے۔ بھر کائنات کے خالق نے اس سراپا کس و خونی کو اپنا حبیب منتخب فرمایا ہے۔

اسی طرح جب الکتاب کہا جائے گا تو فوراً ذہن اس مجید کا لہذا و رُسوہ کیسی کی طرف منتقل ہوگا جو قرآن کے نام سے ہمارے پاس موجود ہے۔ جس طرح صاحب کتاب اپنی شان عہدیت اور مقام بندگی میں بے نظیر ہے اسی طرح یہ کتاب بھی بے عدیل ہے (تفسیر فیضان القرآن)

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
تمام تعریفیں 'محمد ہوں یا شاہ' 'صیغ ہویا اللہ لیس' 'اہدی' 'ازلی' 'قدیمی' 'عدنی' 'استمراری' 'استقرار' 'باقی' 'عارضی'۔۔۔ سب اسی اللہ جل شانہ کے لئے ہیں جس نے عظیم کرم رحمت شفقت انعام اعلام احسان فرماتے ہوئے اس معراج پر چڑھنے والے عہدہ اپنے ایسے عظیم بندے پر بچے اتار کر نازل فرمائی ایک قدیمی کتاب۔ وہ بندہ جس کی شان عرش فرش لامکان پر عہدہ ہے وہ عہدہ جس کی عہدیت اونچ کمال پر ہے جس کی عہدیت کے لئے کسی جہت سمت مکان و زمان و وقت و ساعات مسجد و مدرسہ خانقاہ و مزارات کی قید نہیں جس کی عہدیت نے ساری زمین کو مسجد اور ساری شریعت کو عالمگیر مصلیٰ بنا دیا۔ ایسے بندے پر وہ عظیم کلام نازل فرمایا جو ازل قدیم سے کتاب مخلوق و قانون جبروتی ہے۔

معراج عہدیت کی شان ہے کہ عہد بلندی پر پہنچا اور زوال کتاب نورانیت کی شان ہے۔
نبی کریم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے عہد ہیں اور تمام مخلوق بھی بندے مگر فرق یہ ہے نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے عہد مطلق ہیں اور باقی تمام عہد متعید ہیں۔ عہد مطلق کسی کا محتاج نہیں ہوتا سوائے اللہ تعالیٰ کے، لیکن عہد متعید عہد مطلق کا محتاج ہوتا ہے یہ فائدہ عہد و فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس لئے کہ عہد مطلق عہد حقیقی ہوتا ہے اور عہد حقیقی عہد کامل بن کر محبوبیت کے مقام پر قائم ہو جاتا ہے محبوب کو کسی غیر کا محتاج نہیں چھوڑا جاتا۔ (تفسیر نعیمی)

سورۃ اللہ ید میں بھی حضور ﷺ کو عہدہ کے خصوصی القاب سے یاد فرمایا گیا۔
 ﴿هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَأَنزِلٌ ۚ وَفِی رُجُومٍ﴾ (اللہ ۹) وہی ہے جو نازل فرما رہا ہے اپنے (محبوب) بندہ پر روشن آیتیں تاکہ تمہیں نکال لے (کمرے) اندھریوں سے (ایمان کے) نور کی طرف۔
 اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بڑی شفقت فرمائے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

مقام عہدیت و رسالت :

مقام عہدیت و رسالت میں گہرا ربط و تعلق کا فرما ہے حضور ﷺ کا وصف عہدیت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جب کہ مقام رسالت آپ ﷺ پر خدائے بزرگ و برتر کا خاص انعام اور عطیہ ہے اسی بناء پر نبی کریم ﷺ اپنے مقام عہدیت کا خصوصیت کے ساتھ سب سے پہلے ذکر فرماتے اور پھر اس کے بعد اس عظیم انعام و عطیہ خداوندی کا تذکرہ فرماتے جو بارگاہ وحدیت سے رسالت کی صورت میں آپ ﷺ کو عطا ہوا تھا۔

عہدیت اور رسالت حضور نبی کریم ﷺ کی دو امتیازی شائیں ہیں جن کا کلمہ شہادت میں ذکر کیا گیا ہے شہادت رسالت پر شہادت عہدیت کو مقدم کرنے کا پہلا سبب یہ ہے کہ عہدیت کا تعلق کھلیہ ذات خداوندی سے ہے اور غیر اللہ سے اس کی کوئی نسبت نہیں۔ اس کے برعکس رسالت کا تعلق ایک طرف براہ راست مخلوق خداوندی سے ہے تو دوسری طرف ذات خداوندی سے بھی ہے گویا رسالت اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان وسیلہ اور واسطہ ہے چونکہ عہدیت کا مطمح نظر سب علانی و نبوی منقطع کر کے خالق حقیقی سے ایسا یک گونہ تعلق استوار کر لینا ہے کہ اسی کی ذات بندے کے کامل اشیاک اور توجہ تام کامرکز و محور بن جائے اس بنا پر کلمہ شہادت میں اس کے ذکر کو اولیت دی گئی ہے اس کے باوصف منصب رسالت الوہی پیغام کو نوع انسانیت تک پہنچانے کا متقاضی ہے رسول کا کام بندگان خدا کی رشد و ہدایت ہے تاکہ وہ گمراہی و ضلالت کے اندھیروں سے نکل کر ایمان و ایقان کے نور سے بہرہ ور ہو جائیں۔
 مقام عہدیت پر جہاں توجہ الی اللہ کا رنگ غالب ہوتا ہے وہاں مقام رسالت پر توجہ الی المخلوق

کی کیفیت کا اثر بقائیت درجہ گہرا رہتا ہے کیونکہ رسول کو اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ خلق خدا کی رہنمائی کا فریضہ سرائیام دینے کے لئے منصب رسالت پر فائز کیا جاتا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مقام رسالت ایک عہد کے مقابلے میں بدرجہا اعلیٰ وارفع ہوتا ہے لیکن جہاں تک عہدیت کا تعلق ہے رسول کی ذات اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ عبودیت محکم طور پر قائم کرنے کو اولیت و ترجیح دیتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد گرامی اس مضمون پر دلالت کرتا ہے کہ اے میرے رب میں تیرا رسول برحق ہوں اور میری رسالت تیرے گم کردہ راہ بندوں کو رشد و ہدایت سے بہرہ ور کرنے کے لئے ہے لیکن جہاں تک میری ذات کا تعلق میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ اول و آخر تیرے بندہ رہوں یہی سبب تھا کہ حضور ﷺ نے کلمہ شہادت میں اپنے مقام بندگی کا خصوصیت سے پہلے ذکر فرمایا۔ مقام عہدیت کو اولیت دینے کا تیسرا سبب یہ ہے کہ بنی آدم کے قلوب و اذہان میں یہ کلمہ جاگزیں کر دیا جائے کہ جب آقا نے دو جہاں صاحب لولاک ﷺ سے بڑھ کر کائنات میں کسی فرد کو بارگاہِ وحدیت میں عظمت و رفعت کا وہ مقام حاصل نہیں ہے جو آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو حاصل ہے اور آپ ان سب عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہونے کے باوجود اپنے مقام بندگی سے دستبردار نہیں ہوئے تو اور کوئی کس قطار و شمار میں ہو سکتا ہے گویا کلمہ توحید کو قلبِ انسانی میں رائج کرنے کے لئے عہدیت مصطفوی ﷺ کو اس شخص کے ساتھ تحقق کیا گیا کہ جب معراج میں قاب قوسین کے مقام پر حضور ﷺ کی عہدیت میں سرمو کوئی فرق نہیں آیا تو اور کون سی ہستی خدا کے بعد الوہیت اور معبودیت کی مستحق اور سزاوار ہو سکتی ہے۔ کلمہ شہادت میں ذکر عہدیت کے تقدم میں اسی حکمت کی کارفرمائی بدرجہ اتم نظر آتی ہے۔

عقیدہ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ کا باہمی تعلق :

سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی امت نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھا مردوں کو زندہ کرتے دیکھا "کوڑھیوں کو شفا یاب کرتے دیکھا" مادرِ زاد تاجینے کو صحت مند اور توانا کرتے دیکھا "دوسرے معجزات اور تصرفات کو دیکھا" ان کمالات کو دیکھ کر اپنے نبی کو خدا بنا

ہیٹے، ظاہر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے 'معجزات'، 'معجزاتِ مصطفویٰ ﷺ' کا درجہ نہیں رکھتے۔ حضور ﷺ کے معجزات تو تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر حاوی ہیں۔ پہلے امتوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے کمالات کو دیکھ کر ان کی نسبتِ خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ اُمتِ مصطفویٰ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فیض ہے کہ اُس نے اس اُمت کو یہ شہور عطا کیا کہ تم قیامت تک ربيع الاول کے مہینے میں اپنے نبی کی ولادت کو مناتے رہنا تاکہ ذکرِ بختا رہے کہ اس نبی کی اُمت اس کو خدا نہیں بلکہ پیدا ہونے والا اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ نبی مانتی ہے اور جو پیدا ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا۔ تو گویا میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا منانا حضور ﷺ کی نسبتِ خدا نہ ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ نصاریٰ کے برعکس امتِ مسلمہ کا یہ عمل دراصل حضور ﷺ کی نسبتِ ہر شرک کے تصور کو تو ذکرِ پاش پاش کرنے کے مترادف ہے جب کہ میلاد نہ منانے میں شرک کا شائبہ ہو سکتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی ولادت کو کیوں نہیں منا رہا ہے؟۔۔۔ کہیں یہ تو نہیں سمجھتا کہ حضور ﷺ پیدا نہیں ہوئے !۔۔۔ تو جانت ہوا کہ ولادت کا شرک کو قطع کرنے کا نسخہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ حضور ﷺ کے کمالات و امتیازاتِ عظمت و رفعتِ اعلیٰ و ارفع مقام اور خصائص کے باوجود آپ کو معبودِ والدہ نہیں سمجھتی اور نہ ہی حضور ﷺ کی عبادت کرتی ہے بلکہ جشنِ میلادِ النبی ﷺ مناتے ہوئے توحید کے پرہیز لہراتی ہے۔ جشنِ میلادِ النبی ﷺ سے شرک کے شبہات ختم ہوتے ہیں اور توحیدِ الہی کا اعلان ہوتا ہے۔

یعنی جشنِ میلادِ النبی ﷺ میں توحید ہے۔ جشنِ میلادِ النبی ﷺ سے حضور ﷺ کی عہدیت کا اظہار ہوتا ہے..... معبودِ والدہ کی میلاد نہیں ہوتی ہے۔ جس کی میلاد ہوتی ہے وہ عہد کہلاتا ہے..... حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندہ خاص ہیں۔ جشنِ میلادِ النبی ﷺ میں اس بات کا بیان ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی میلاد مبارک ۱۲ ربيع الاول بروزِ دوشنبہ مکہ معظمہ میں ہوئی والدہ سیدہ آمنہؓ والدہ حضرت عہدِ اللہ اور والدہ حضرت عہدِ المطلب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ زمان و مکان سے پاک ہے۔ وہ یکساں ہے کسی کا منہ نہیں سب سے

سے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جتا ہے اور نہ ہی وہ جتا گیا۔ اس کا کوئی ہمسرف نہیں۔
 حضور نبی کریم ﷺ کا امتی ہر نماز میں کی بار اعلان کرتا ہے کہ «اشھدان لا الہ الا اللہ
 وحدہ لا شریک لہ» واشھدان محمدا عبیدہ» ورسولہ ﷺ گواہی دیتا ہوں کہ
 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص
 بندے اور رسول ہیں۔ ☆☆☆

اللہ کی سر تا قدم شان ہیں یہ ان سائیں انسان وہ انسان ہے یہ
 قرآن تو ایمان بنا تا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

عہدیت رسالت سے افضل ہے : عہدیت رسالت سے افضل ہے مگر
 یہاں دھوکہ نہ کھانا۔ ہماری تمہاری عہدیت کی بات نہیں ہے وہ تو نبی کی صلیب عہدیت کی
 بات ہے جو نبی کی صلیب رسالت سے افضل ہے۔ کیوں افضل ہے؟ عہد ہوتا ہے معبود کا۔
 اور رسول ہوتا ہے مخلوق کا۔ عہدیت کی نسبت معبود کی طرف رسالت کی نسبت مخلوق کی
 طرف۔ عہدیت ادھر جانا چاہتی ہے رسالت ادھر آتا چاہتی ہے۔ اس لئے جب نکلا یا تو
 کہا «أَسْرَى بِعَبْدِهِ» اور جب بھیجا تو کہا «هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ» «يَا أَيُّهَا
 النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا» «إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا
 وَنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ» «وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ»
 یہاں بھیج رہا ہے تو رسول کہہ کر بھیج رہا ہے اور جب وہاں نکلا یا تو اس طرح «فَلَوْحِي إِلَى
 عَبْدِهِ مَا أَوْحَى» کہہ دیا اپنے بندے کو جو کہتا تھا۔ وہاں پہنچا تو عہد کہا۔ یہ رسول کی
 عہدیت وصال چاہتی ہے اور رسالت فراق چاہتی ہے۔ اس لئے نکلتے وقت عہدیت کا
 لفظ استعمال کیا اور واقعی دوستو رسول کی عہدیت کو کیا سمجھاؤں۔ اب یہاں ہر تم ایک چیز
 سمجھ لو۔ یہ بات اپنی جگہ پر طے ہو گئی کہ عہدیت کا رُخ خالق کی طرف اور رسالت کا رُخ
 خلق کی طرف۔ دوسرا فرق کیا ہے۔ عہد وہ جو اپنے تمام مہمات امور اور اپنی زندگی
 کے تمام مسائل کو اپنے مالک کے تقوین کر دے وہ ہے عہد۔ تسلیم کورضا کی منزل سے

گزرے سارے معاملات کو اس کے سپرد کر دے وہ ہے عہدیت اور اُمت کے معاملہ کو اپنے ذمہ لے لینا یہ ہے رسالت۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ﴾ رسول کی صفت عہدیت خود اس رسول کی صفت رسالت سے افضل ہے۔ اعلیٰ و برتر بھی ہے۔ جب یہ چیز آپ سمجھ لیں تو کہو سارے انسان مل جائیں اپنے تمام صفات کے ساتھ تمام اس دور کے کروڑوں انسانوں کو ایک پلازے میں رکھ دو۔۔۔ اور اگر ابھی پوچھ زیادہ نہ محسوس ہو تو اولین و آخرین کو بھی شامل کر دو۔ سارے غیر نبیوں کو بھی اور سیدنا صدیق اکبر کی صداقت کو سیدنا فاروق اعظم کی عدالت کو سیدنا عثمان غنی کی صداقت کو سیدنا علی مرتضیٰ کی شجاعت و سیاہت کو سمجھا پہنچا ہو یا نہیں بھی اس میں ہو مجتہدین بھی اس میں ہو۔ اندر طریقت بھی ہو اولیائے کاملین بھی ہو علمائے صالحین بھی اس میں ہو اور تمام چیزوں کو جمع کر لو۔ ان ساروں کو ایک پلازے میں رکھو۔۔۔ اور نبی کی رسالت کو ایک پلازے میں رکھو۔ اب کہو سب مل کر رسول کی رسالت کے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ سب مل کر بھی نہیں ہو سکتے۔ بولو پھر تمہاری عہدیت اس رسول کی عہدیت کے برابر کیسے ہو سکتی ہے جس کی عہدیت ہی رسالت سے افضل ہے۔ رسالت تک نہیں پہنچے عہدیت تک کیسے پہنچ سکتے؟

مقام محبوبیت :

﴿۝۱۰۰ رسالت و نبوت کا ایک ایسا درجہ اور مقام بھی ہے جس پر فائز ہو کر محبوبیت کا وہ مقام نصیب ہوتا ہے جہاں بندہ محبوب کے طلب گار رضا و خداندی ہونے کے بجائے رب تعالیٰ خود اس کی رضا کا طالب بن جاتا ہے۔ یہ ارفع اور بلند ترین مقام تمام کائنات میں ابتداء سے تا ابد الٹا و صرف سید المرسلین خاتم المرسلین رحمۃ اللعالمین حضور نبی کریم ﷺ کے حصہ میں آیا جن کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطٰیكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی﴾ اور آپ کا رب غرض آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (الضحیٰ / ۵)

یہ مقام محبوبیت وہ مقام ہے جہاں محبت و محبوب کی رضا ایک ہو جاتی ہے محبوبیت میں کمال اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ محبوب کا ہر عمل مثبت اثر دہی کے سانچے میں ڈھل جائے اور دونوں کی رضا کامل ہم آہنگی اور مطابقت اختیار کر جائے محبوبیت کا بلند ترین مقام یہ بھی ہے کہ ہر محبوب کی نگاہیں اٹھ گئیں اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے قبلہ بنا دیا گیا۔ ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ (البقرہ/۱۴۴) (اے حبیب) ہم بار بار آپ کے رخ انور کا آسمان کی طرف چلتا دیکھ رہے ہیں سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی یہ آرزو قلب انور میں تھی کہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اسی آرزو سے آسمان کی جانب نگاہ کرنا قبلہ کی تبدیلی کا سبب بن گیا اور اس قبول قبلہ کا حکم بارگاہِ خداوندی سے فقط اس لئے نازل ہوا کہ محبوب کی رضا یہی تھی۔ گویا یہ وہ نقطہ کمال تھا جہاں محبوبیت اور مقرریت باہم متصل ہو گئیں اور محبت و محبوب کی رضا ایک دوسرے میں ڈھل گئی۔ شان محبوبیت اس بات کی متقاضی ہے کہ باری تعالیٰ آپ کو جملہ خلائق میں اٹھاتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ آپ بلندیوں اور رفعتوں کے مقام ملتا پر دکھائی دیتے ہیں۔ اگر یہ نگاہی طرح سمجھ میں آجائے تو نور و بشر کے سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کو شان محبوبیت سے اس لئے نوازا گیا ہے کہ ہم دنیا دار انسان آپ کی حیثیت و عظمت کو سمجھ کر اپنے عقائد درست کر سکیں۔ ﴿۝۶۶﴾

قدرت الہی اور قانون قدرت :

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ﴾ بہت پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندہ کو۔ اس آیت مقدسہ پر غور و تہہ کر کریں تو ٹھوک و شہادت کے تمام راستے خود بخود منقطع ہو جاتے ہیں۔ کسی التباس کی گنجائش رہتی ہے اور نہ کسی ابہام کا جواز باقی رہتا ہے۔ عقلی اور عقلی سوالات آن واحد میں ختم ہو جاتے ہیں۔ مسئلہ کا ہر پہلو و زاویہ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے اور حقیقت اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ ذہنی انسانی پر منکشف

ہو جاتی ہے۔ ایمان میں مزید استحکام پیدا ہوتا ہے، ایمان کو مزید پختگی نصیب ہوتی ہے۔ جب باری تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ میں اپنے بندے کو رات کے ایک تھیلے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ اس پر بھی عقل انسانی استعجاب کا مظاہرہ کرتی ہے۔ ذہن انسانی میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ دو ستر جو ہتلوں اور مینوں بلکہ ہزاروں سال کا تھا، وہ رات کے ایک تھوڑے سے وقت میں کیسے مکمل ہو سکتا ہے؟ (نیم ارباض شرح فتا شریف قاضی عیاض میں ہے جب حضرت جبریل علیہ السلام سدرہ سے نازل ہونے کے لئے ارادہ کرتے ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ یہ سوچ لیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ وہ آ رہے ہیں۔ سدرہ کتنے اوپر ہے؟ یہاں سے پہلے آسمان کا جو راستہ ہے وہ پانچ سو برس کا راستہ ہے اور آسمان کی موتائی بھی پانچ سو برس کا راستہ ہے اور آسمان کی موتائی بھی پانچ سو برس کے راستہ کی ہے۔ اور اب معلوم نہیں کہ پانچ سو برس کا راستہ کس سواری کا ہے۔ اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی، بہر حال پانچ سو برس کا راستہ ہے تو گو ایک ہزار برس کا راستہ ہے آسمان اور ایک ہزار برس کا راستہ دوسرا آسمان تو سات آسمان تک سات ہزار برس کا راستہ اور اس کے اوپر سدرہ الستی ہے) اس کا جواب یہی ہے کہ اس کا انحصار تو لے جانے والے کی طاقت اور قوت پر ہے۔ اس سفر کا سارا انتظام رب کائنات کی طرف سے ہو رہا ہے وہ جو ہر چیز پر قادر ہے۔ طاقت اور قدرت اس ذات کی کار فرما ہے جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے کائنات کا ذرہ ذرہ جس کے حکم کا پابند ہے۔ وہ رب جو ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ کا مالک ہے۔ جو رب جو امر کُنْ فَيَكُونُ کی طاقت رکھتا ہے اور جس کے لئے کوئی چیز ناممکن اور محال نہیں۔ انسانی عقل اس کی قدرت مطلقہ کے ساتھ بے بس اور عاجز ہے۔ اگر یہ نکتہ ذہن نشین کر لیا جائے تو سفر معراج کی ساری حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ لے جانے والے کی کیسی طاقت ہے؟ رب تعالیٰ لے گیا۔ اب یہ دیکھو قدر مطلق لے گیا، پھر ہم کو بچانے والے اور جانے والے دونوں کو دیکھنا ہے۔ لے جانے والے کی قدرت دیکھنی ہے اور اس جانے والے کی صلاحیت دیکھنی ہے۔ کسی نے پتھر پھینکا۔ کتنی ڈور کیا، اس کی طاقت جتنی تھی اتنی ڈور کیا۔ یہ جان لو کہ پتھر میں بھی تو کچھ جانے کی صلاحیت تھی۔ اگر اس میں جانے کی صلاحیت نہ ہوتی تو پتھر پیچھے سے کیا

ہوتا۔ ہم نے صرف بھانے والے کو دیکھا تو بات مکمل نہ ہوگی لہذا اعبادت کے کمال کو اس کے مقام کو اس کی فضیلت کو ہمیں قرآن کی روشنی میں دیکھنا ہے کہ یہ جانے والا کتنی بلندی پر جانے والا تھا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ انجن ایک پہاڑ کو کھینچ کر لے جا رہا ہے تو آپ کہیں گے کہ انجن میں تو کھینچنے کی صلاحیت ہے مگر پہاڑ میں کھینچنے کی صلاحیت نہیں یہ محال ہے۔ اگر یہ کہے کہ ریل کے ڈبے کو ایک چڑیا لے جا رہی ہے یہ بھی محال ہے کیونکہ چڑیا میں کھینچنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ انجن ڈبوں کو کھینچ کر لے جا رہا ہے یہ بات ٹھیک ہے۔ آگے والا چلا نا جانا ہے پچھلے والا چلتا جاتا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ بھانے والے کی کیا قدرت ہے اس کی قدرت کو تو سمجھ جانتے ہیں۔ اس نے زمین کو فرش بنا دیا آسمان کا شامیانہ کھڑا کر دیا چاند سورج کو روشن کر دیا کائنات کو دیکھو اور اپنی زندگی کا مطالعہ کرو۔ میرے خدا نے آپ کو پیدا کیا اس کے اندر حرارت دی اس کے اندر سوزش پیدا کی اور اس کا قانون فطرت بنا دیا کہ جو آگ میں جائے گا وہ خاکستر ہو جائے گا۔ اسی قادر مطلق نے یہ بھی طے کر دیا تھا کہ اگر اس آگ میں میرا ظلیل آئے گا اسے گل کدہ بنانا ہی پڑے گا۔ وہ قادر مطلق جس نے دریا کو بنایا دریا کے اندر روانی بنائی اور روانی کے اندر طغیانی بنائی اور اس میں موجیں پیدا کیں۔ اگر اس میں جاکیں تو دریا کسی قسم کی کوئی مد نہیں کرے گا۔ دریا تم کو غرق کر دے گا۔ یہ قانون ہے بدل نہیں سکتا۔ اس کے ساتھ اس نے یہ بھی طے کر دیا تھا کہ اگر میرے کلیم نے عصا مار دیا تو پیچھے راست بھی دینا پڑے گا۔ میرا خدا وہ ہے جس نے چاند سورج کو پیدا کیا۔ نظام شمسی و قمری کو مرتب کیا۔ اس طرح لگے گا اس طرح قروب ہوگا۔ ایک نقشہ متعین ہو چکا ہے۔ آج تک اس میں اختلاف پیدا نہ ہو سکا۔ قادر مطلق نے کہا اے سورج تجھے اپنی رفتار کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اے چاند تھ کو اپنی رفتار سے پھرنے کی ضرورت نہیں مگر حبیب (ﷺ) نے اشارہ کیا تو اے سورج تجھے پھٹنا پڑے گا۔ اے چاند تجھے دو ٹکڑے ہونا ہی پڑے گا۔ میرا خدا وہ ہے جس نے پتھروں کو پیدا کیا اور عظیم الشان پہاڑوں کو زمین کے اوپر نصب فرمایا۔ سنگریزوں کو پیدا کیا ان میں نہ روح ہے نہ گویائی ہے نہ ان میں سماعت

کی طاقت ہے۔ اگر ہم پتھروں کو سناتے رہو کچھ نہ سنیں گے تم بات کر دو کچھ جواب نہ دیں گے۔ اُن میں کوئی طاقت ہی نہیں وہ اپنے پر سے کمی بھی اُڑا نہیں سکتے۔ یہ سب مجبور ہے۔ مگر سنو! میرے خدا نے ایک قانون بنا دیا کہ اے پتھر ہمیشہ کے لئے خاموش رہنا مگر میرے حبیب (ﷺ) اگر اشارہ کریں تو ابوجہل کے ہاتھ میں کلہ پڑھنا۔ ذرا غور کرو نبی کی عظمت اور اُن کا مرتبہ اور اُن کا مقام۔ اُن کی منزل کو سمجھو۔

حضور ﷺ کی امتیازی شان : اللہ تبارک و تعالیٰ لے جا رہا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں۔ لے جانے والے کا مقام کیا ہے لیجانے والے کی نگاہِ رحمت میں اور لیجانے والے کی نگاہِ مشیت میں لیجانے والے کی نگاہِ قدرت میں اس جانے والے کی عظمت کیا ہے اس جانے والے کا مقام کیا ہے۔ لیجانے والا کیا ارشاد فرما رہا ہے ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَمْسٰی﴾ پاک ہے وہ ذات جو لے گئی۔ اللہ کے عظیم القدر نبی سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں انسی ذاہب الی دہک میں اپنے رب کی بارگاہ میں جانے والا ہوں تاکہ مجھے میرا رب منزل مقصود تک پہنچا دے۔ انسی ذاہب میں جانے والا ہوں۔ جب جانے کی بات آئے گی تو ہر دیکھنے والے کی نظر اس جانے والے پر پڑے گی کتنا جاسکتے ہیں۔ مگر جب ایک جانے والا چلا ابھی اُن کی زبان بھی نہ بلی تھی کہ رب نے کہا کہ میں لیجانے والا ہوں مگر یہ یاد رکھو کہ چانا اور ہوتا ہے بٹا نا اور ہوتا ہے اور خود سے چانا اور ہوتا ہے۔ آپ اس کو روزمرہ کے مطالعہ سے سمجھو۔ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ خود سے گئے تھے اُن کے لئے جبریل کی کیا ضرورت ہے۔ میکائیل کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو خود سے آئے تھے جب بٹا نا ہوتا ہے تو انتظام کرتا پڑتا ہے۔ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ نے کہا دہی ارفی اے رب میں تجھ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَنْ تَوَافِیْہِمْ تَمَ فِیْہِمْ دِکْہِ سَکَہِ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس مادی دنیا میں دیکھنا ممکن نہیں۔ وہ اسی دنیا میں دیدار کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ نے کہا اے رب میں تو دیکھ نہیں سکتا مگر تو صلاحیت دیکھنے کی دے سکتا ہے۔ اے رب تو دکھا دے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ایک چلی

وگھادی، وہ بھی سوئی کے تاکہ کے برابر۔ بعض کہتے ہیں کہ سوئی کے تاکہ کے کروڑوں حصہ کے برابر۔ اتنی ہی گلی پڑی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ پیش ہو گئے۔ وہ بھی صفات کی گلی ہوئی، وہ بھی نامکمل رہی، مگر کیا حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کچھ ملا۔ یا نہیں؟ ہاں ملا ہے بہت کچھ ملا ہے۔ علماء یہ فرماتے ہیں کہ گلی کا یہ اثر تھا کہ اندھیری رات میں ہندو میل کے فاصلے پر سیاہ چٹان پر سیاہ چوٹی چلے گئے اپنی آنکھ سے دیکھ لے سکتے تھے۔ اس گلی کا یہ حال تھا جو خود گیا تھا اور پھر راجہ بھی نہ دیکھی اور تپ بھی نہ لائے۔ اب حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت کا کیا حال ہوگا۔ دونوں آنکھوں بجز دیکھا ﴿فَمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَفَى﴾ (الہلم: ۱۷) آنکھ نہ کسی طرف بھری نہ حد سے بڑھی۔ آنکھ بھری تک نہ تھی، آنکھ میں کبھی نہ آئی۔ سو! صفات کی گلی کو نہ دیکھا بلکہ عین ذات کی گلی کو دیکھا۔ یہاں ایک طرف رسول اللہ ﷺ کے کمال عقل کا بیان ہے کہ اس قدر انوار و تجلیات کے باوجود آپ کی نگاہ میں کوئی چکا چوند پیدا نہ ہوئی اور آپ پورے سکون کے ساتھ انہیں دیکھتے رہے دوسری طرف آپ کے کمال ضبط و یکسوئی کا اظہار ہے کہ جس مقصد کے لئے آپ کو بلا گیا کیا اس پر آپ کا ذہن اور اپنی نگاہ کو مرکوز کیے رہے اور حیرت انگیز مناظر ہونے کے باوجود ان کی طرف آپ متوجہ بھی نہ ہوئے۔ حضور ﷺ کی نگاہ مقدس و انہیں بائیں نہ بھری اور نہ ہی دیکھنے میں کمی کی بلکہ اسے آپ ﷺ نے نہایت ہی تحمل سے ثابت رکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب صفات کی ایک گلی دیکھی تو بصارت اتنی بڑھ گئی جو عین ذات کو دیکھا تو بتا دے کہ شب کا وہ کونسا گوشہ ہوگا جو اس کی نظر سے چھوٹ جائے؟ کوئی گلی ہوگی جو اس کی نظر سے چھپ جائے؟ وہ کونسا راز ہوگا جو اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جائے؟ میں سوچتا ہوں کہ جب غیب العیب نے اسے کون چھپایا تو وہ کونسا غیب ہے جو اپنے کو چھپا لے۔

شہزادہ حضور نوح علیہ السلام نے وہام الملک محدث علیہ السلام سے یہ سید محمد اشرقی مدنیٰ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

غیب کیا چیز ہے؟ اُنکچر ہے جس سے وہ غیب القیب یعنی وہ ذات جو مشہور ہے سبکان اللہ

امام ابلسطی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اور کوئی فیہ کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی مٹھیا تم پہ کروڑوں درود

عشق اور عقل کا امتحان : حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا واقعہ ہے کہ جب کوئی اُن سے

آنکھ ملاتا اُس کی چٹائی چلی جاتی۔ اچھا حال کی یہ ہے کہ اگر پتھر کو بھی آنکھ لگے تو پتھر نکلے ہو جائے، کپڑے کو آنکھ لگے تو کپڑا نکلے نکلے ہو جائے۔ اس کے بعد چہایت رہتا ہی ہوئی کہ کسی عاشق الہی کے حیران کے دامن کا حجاب بنا لو۔ یہی وہ دامن ہے جو اشتیاق میں جل کر تیار ہوا ہے اب اس کو کون جلانے گا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے حجاب تیار کر لیا اور چہرہ پر ڈال لیا اور ڈالنے کے بعد حضرت مفلح کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا فحش کی بات ہے کہ آج تک کسی شوہر نے اپنی بیوی سے پردہ کیا ہے۔ اپنے چہرہ سے کلاب بنائے۔ انہوں نے کہا کہ تم کو اب میرے چہرہ کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔

حقیقت نور محمدی ﷺ : حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ لیس مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل میرے لئے میرے رب کے ساتھ ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہاں ملک مقرب یعنی قریبی فرشتے کی گنجائش ہے نہ نبی مرسل کی گنجائش ہے۔ سطر معراج میں سیدنا جبرئیل علیہ السلام ساتھ ہیں اور سرکار ﷺ ساتھ ساتھ جا رہے ہیں اور اس کے بعد عالم بشریت کو ملے کیا۔ جب ہمارے رسول نے آسمان کی سیر کا ارادہ فرمایا، عرش پر جانے کا ارادہ فرمایا تو عالم بشریت میں لباس بشری کے ساتھ نظر آئے۔ عالم ملکوت میں لباس مکی کے ساتھ دیکھے گئے۔ جہاں پہنچ رہے ہیں وہاں کا لباس اختیار فرما رہے ہیں۔ عالم بشریت کے بعد عالم ملکوت کو ملے کیا، عالم ارواح، عالم خفا سب کو ملے کرتے ہوئے میرے رسول ﷺ ایک ایسی منزل پر پہنچے جہاں جبرئیل علیہ السلام سے اللہ کے رسول نے کہا اے جبرئیل یہاں کیوں ٹھہر رہے ہو یہاں رفاقت کیوں ختم ہو رہی ہے۔ مکہ سے تمہارا ساتھ ہے، سدرہ پر آ کر کیوں ٹھہر گئے؟ آگے چلو، سیدنا جبرئیل نے کیا معروضہ پیش کیا تھا جس کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان میں یوں فرمایا ہے:

اگر یک سرو سے ہر ترپم فروغ چلی ہوز و پریم

یا رسول اللہ ﷺ ! اگر ایک پال کے برابر بھی آگے بڑھ جاؤں گا تو چلی کے فروغ سے

میرے پڑھل جائیں گے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ جب آپ عالم بشریت میں تھے 'کہاں بشری میں تھے۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا اور جب عالم ملکوتی میں تھے میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ مگر اے محبوب ! اب آپ کی حقیقت بے حجاب ہونے والی ہے۔ سرکارِ اگرمیں آپ کے ساتھ چلا تو آپ کی تجلی کے فروغ سے میرے پڑھل جائیں گے۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تعصمی علیہ۔ اب میں آپ کے ساتھ رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتا' اب میں آپ کے ساتھ چلنے کی استعداد نہیں رکھتا۔ اب میں آپ کی حقیقت کی تاب لانے کی قوت و توانائی نہیں رکھتا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے کہنے کا منشاء یہ تھا کہ اگر میں ایک بال کے برابر بھی اُپر گیا تو اللہ تعالیٰ کی تجلی سے میرے پڑھل جائیں گے۔

اچھا دیکھو جبریل علیہ السلام کیا کہتے ہیں۔ اگر میں اُپر گیا تو اللہ تعالیٰ کی تجلی کے فروغ سے میرے پڑھل جائیں گے۔ تو پھر اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام کو یہ کہنا چاہئے تھا اے اللہ کے رسول ! آگے نہ جائیے 'میرا مشورہ مان لیں۔ ٹھہر جائیے' کہاں جا رہے ہو۔ اس لئے کہ جب سدرہ والا جل سکتا ہے تو مکہ والا کیسے بچ سکتا ہے۔ جب معصوم فرشتہ جل سکتا ہے تو وحرتی پر رہنے والا کیسے بچ سکتا ہے۔ جب نوری مخلوق جل سکتی ہے تو اے محبوب آپ کی بشریت کی ترکیب تو عناصرِ اربعہ سے ہوئی ہے تو آپ کیسے بچ سکتے ہیں۔ میرا معروضہ آپ قبول فرمائیں' مجھے آپ کہاں دعوت دے رہے ہیں۔ آپ بھی ٹھہر جائیے۔ بڑی خطرناک منزل ہے۔۔۔ ایسا نہیں ہوا بلکہ سیدنا جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو سدرہ کے آگے جانے دیا اور خود رک گئے۔ معروضہ تک پیش نہ کیا۔ تو پتہ چلا کہ سیدنا جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کو اپنی طرح نہ سمجھتے تھے اور اپنے کورسول اللہ ﷺ کی طرح نہ سمجھتے تھے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو اپنی طرح سمجھتے تو ٹھہرا لیتے۔۔۔ اور اپنے کورسول اللہ ﷺ کی طرح سمجھتے تو آگے بڑھ جاتے۔

اے عجل والو! اے دین والو! اے قیامت کی حقنی ہوئی دھوپ میں رسول اکرم ﷺ کی

شفاعت کے امیدوارو! میں تمہیں دعوتِ نور بگھڑ دے رہا ہوں کہ سید الملائکہ اپنی طرح نہ سمجھ سکے قرآن و انجیل و زبور کا لالہ والا اپنی طرح نہ سمجھ سکے صاحبِ سدرہ اپنی طرح نہ سمجھ سکے تو اب اگر دو ٹانگ کا جانور اپنی طرح سمجھے تو اُس کی دماغ کی خرابی نہیں تو اور کیا ہے اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی جان تحصی علیہ

حضرت صفورہ کا امتحانِ عشق : حضرت جبریل علیہ السلام کو پہلے کا خطرہ دامن گیر ہو گیا کیونکہ جبریل عقل والے تھے۔ عشق والے بالال ہوتے تو محبوب کا دامن نہ چھوڑتے جل کر خاکستر ہو جاتے۔ حضرت صفورہ عشق والی تھیں۔ فریاد کرنے لگی کہ نقاب ہٹائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آمادہ ہو گئے نقاب اٹھانے پر صفورہ نے ایک آنکھ بند کر لی اور ایک آنکھ سے دیکھا۔ پھر اُسے بند کر لیا پھر دوسری آنکھ سے دیکھا۔ پھر اسے بند کر لیا پھر دوسری آنکھ سے دیکھا۔ کیونکہ دونوں سے ہر بار دیکھتے میں ہر بار لذت ملے۔ جن آنکھ سے دیکھا اُس کی بینائی غائب۔ پھر کھول دیا تو بینائی آئی۔ بند کیا تو بینائی غائب۔ بینائی آ رہی ہے اور چار ہی ہے۔ عشق والوں نے یہ سبق سکھا دیا کہ جو آنکھ لینا چاہتا ہے وہ آنکھ دینا بھی جانتے ہیں۔

فرش والے تیری شوکت کا ملو کیا جانے شہرِ واعش پر اُڑتا ہے پھر راتیرا

میں انبیاء کے واقعات قرآن کی روشنی میں رکھوں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ! مجھے قیامت کے دن رُسوا نہ کرنا۔ آپ کی طرف رُسوائی کا سوال ہی کیا۔ آپ کے دامن سے کتنے رُسواؤں کو نجات ملے گی لیکن بندہ کو حق ہے کہ وہ جیسا چاہے سوال کرے۔ یہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی رُسوائی کا سوال نہیں یہ تو سیدنا خلیل نے سوال کیا۔ میرے حبیب (ﷺ) کا امداد دیکھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ اپنے نبی کو رُسوا نہ فرمائے گا۔ خلیل فرماتے ہیں حبیب کو کچھ بولنے کی ضرورت نہیں۔ فیصلہ قدرت ہو چکا کہ تم کو اور تمہارے چاہنے والے جو امتی ہیں اُن کو بھی رُسوا نہ فرمائے گا۔ اسی معراج کا واقعہ ہے جو اسی کی مناسبت سے ہے جب بارگاہِ رب العزت میں حضور ﷺ حاضر ہوئے اور حکم ہوا کہ اے حبیب (ﷺ) بتاؤ کیا

جہیں اس بات کا غم ہے کہ میں جہیں آخری نبی بنایا۔ فرمایا: نہیں۔ کیا جہیں یہ غم ہے کہ تمہاری امت کو آخری امت بنایا۔ فرمایا: نہیں۔ جاؤ آپ کی امت کو خبر دو کہ میں جہیں آخر میں اس لئے بھیجا ہوں تاکہ ساری امتیں اس کے سامنے رُسوا ہوں وہ کسی کے سامنے رُسوا نہ ہو۔ اس کے بعد کوئی امت ہی نہ آئے گی۔ تمہارے سامنے امت لوط کا ذکر آئے گا اور بننے گی۔ قوم ہود کا ذکر آئے گا دوسری امت بنے گی مگر تمہاری امت کے بعد کوئی امت آئے گی ہی نہیں جو ذکر کرے اور بنے۔ دیکھو جب کسی امت کے سامنے ہم کو رُسوا کرنا نہیں چاہتا۔ اے ایمان والو! اے عشق و محبت رکھنے والو! جب یہ خدا جہیں یہاں رُسوا کرنا نہیں چاہتا جب ساری امتیں جمع ہوں گی وہاں کیسے رُسوا کرے گا۔

فرش والے حیرتی شوکت کا طو کیا جانے خسر و اعروش پر اُڑتا ہے پھر براہِ حیر
کیا مقام ہے مرسلین اور انبیاء کے درمیان سرکارِ مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا۔ معلوم ہوتا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کو مہمان بنا کر بھیجا۔ جب مہمان آئے تو میزبان خود اس کی خدمت میں رہ جاتا ہے چاہے وہ کتنا ہی بزرگ کیوں نہ ہو۔ جب فرشتوں کو میرے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس بھیجے کی بات آئی تو فرمایا تمہارے رب نے تمہیں پانچ ہزار شان والے فرشتوں کے ذریعہ مدد کی ملائکہ کو مددگار بنا کر بھیجا اور لشکر کے ذریعہ تمہاری مدد کی گئی۔ ذرا سا غور تو کرو میرے رسول کی بارگاہ میں جب بھیجا گیا تو مہمان بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ سپاہی بنا کر بھیجا گیا مددگار بنا کر بھیجا گیا خدمت گزار بنا کر بھیجا گیا۔ مہمان آیا تو اپنی خاطر کرانے کے لئے سپاہی آئے ہیں جو حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔

مجھ سے مت بچو معراج کا واقعہ ہے حقیقت کے رازوں کا اک سلسلہ

دل کو ان کی رسائی پہ ایمان بھی، عقل ایسی رسائی پہ حیران بھی
اگر غروش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے جو کچھ کہا تو تیرا کُسن ہو گیا محدود

وَاجِزْ دَعْوَانَا إِنَّ الْغَنَةَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَضَلَّ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ تَخْتَوِي وَالْهَ وَضَحْبَهُ اجْتَنِبِينَ